میں انھوں نے اپنے دقیق مشاھدات کو پیکر شعر میں ڈھالا لیکن اس میدان میں سب سے بڑھ کر جہاں ان کے جوھر کھلے وہ مناظر فطرت کا بیان تھا جس میں وہ اھل مشرق پر بازی لے گئے ۔ سبزۂ و آب رواں، اشجار و طیور ، چاند ستارے ، محلاّت اور اُن کی آرائش و زیبائش جیسے موضوعات پر ان کے قلم نے مُوقلم کی سی باریکی دکھائی اور یہ اندلس کی حسین و جمیل فضاؤں کا طبعی تقاضا تھا ۔ وصفیہ شاعری کے اس عظیم الشان ذخیرے سے انتخاب اور پھر اس کی چند نمائندہ مثالیں پیش کرنا بھی اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہ ہو گا ۔ ابن خفاجہ ابراھیم بن ابی الفتح (م ۵۳۳ ھ ۱۱۳۸ء) کو چونکہ ,,وصف الطبیعة ،، یعنی مناظر فطرت کی عکاسی میں نمایاں حیثیت حاصل ہے اس لئے اس کے چند اشعار پر نظر ڈالتے چلیں کہ آب رواں کی تصویر اس نے کس چابکدستی سے بنائی ہے اور اس میں کیا کیا رنگ صرف کئے ھیں :

متعطّف مثل السِّوارِ کانّه
والزّهْرُ یکنفه ، مجرُّ سمــــاءِ
قدرَقّ حتی ظُنَّ قُرصــاً مُضرغاً
مِن فِضّةٍ فی بُردةٍ خَضراءِ
وغدَتْ تَحُفُّ به الغصـونُ کانّها
هُدْبٌ یَحُفُّ بِمُقلةٍ زَرقــاءِ
والرِّیحُ تَعْبَثُ بالغُصُونِ وقد جَرَی
ذَهَبُ الاَصیلِ عَلی لُجَینِ الماء (۳۲)

,,کنگن کی طرح بل کھایا ھوا
پھولوں میں گھرا ھوا (یہ پانی)
یوں لگتا ہے جیسے آسمان کی کہکشاں

اس درجه لطیف که سانچے میں ڈھلا ہوا چاندی کا ایک تھال
معلوم ہوتا ہے
جو ایک سبز چادر پر دھرا ہوا ہو
ڈالیاں اس کے گردا گرد یوں ہجوم کئے ہوئے ہیں
جیسے نیلگوں حلقۂ چشم کے گرد پلکیں ہوں
اور ہوا ٹہنیوں سے اٹکھیلیاں کر رہی ہے
جبکہ شام کا سونا پانی کی چاندی پر رواں ہے »

ابن خفاجه ہی نے ایک اور موقع پر اندلس کی فضاؤں کو یوں خراج پیش کیا تھا :

یا اهلَ اَنـدَلُسٍ لِلّٰهِ دَرُّکُم   مَاءٌ وظِـلٌّ و اَنْهَـارٌ و اَشْجَارُ
مَاجَنَّةُ الْخُلْـدِ اِلاَّ فِی دِیَارِکُمْ   وَلَوْ تُخُیِّرتُ هذا کنتُ اَخْتَارُ (۳۳)

«اے اہل اندلس تمہارے کیا کہنے ہیں پانی اور سایہ اور دریا
اور درخت
باغ خُلد اگر کہیں ہے تو تمہارے دیار میں ہے
مجھ سے اگر کہا جائے که دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار
کروں تو میں اِسی کو اختیار کروں »

اگر فردوس برروئے زمین است
همیں است وهمین است وهمین است

اگر طوالت کا خوف نه ہوتا تو یہاں علی بن حصن کے وہ شعر بھی نقل کرنے کے لائق تھے جس میں اس نے شاخ پر بیٹھے ہوئے فاخته کے بچے کے بال و پر کے ایک ایک ریشے کی زندگی سے بھر پور تصویر بنائی ہے یا ابن شهید کے وہ اشعار جن میں اس نے ابروباراں کی منظر کشی کی ہے یا ابن زیدون کا وہ قصیدۂ قاضیّه جو اس نے مدینة الزهراء میں ولاّدہ کی یاد میں لکھا ـ ابن زیدون اور ولاّدہ کا ذکر آ گیا ہے تو

اب ضروری ہے کہ ایک مختصر سی ملاقات ان دونوں سے ہو جائے کہ ان کے ذکر کے بغیر اندلسی شاعری کا تذکرہ نامکمل اور بے کیف ہے۔

ابو الولید احمد بن عبداللہ ، ابن زیدون (م ۴٦۳ ھ/ ۱۰۷۱ ء) بعض نقّادوں کی رائے میں اندلس کا سب سے بڑا شاعر تھا ۔ جس زمانے میں اس نے نشوونما پائی وہ اندلس میں سخت سیاسی خلفشار کا زمانہ تھا ۔ جو بالآخر ابن زیدون کے وطن قرطبہ میں ابو الحزم ، ابن جَھْوَر کی بالادستی پر منتج ہوئی ۔ حسن اتفاق سے ابن زیدون کا شمار ابن جھور کے حامیوں میں ہوتا تھا اور اُس کے بیٹے ابو الولید سے اس کے دوستانہ روابط تھے ۔ نتیجہ یہ کہ ابن زیدون — جو بیس برس کی عمر ہی سے اپنے ملکہ شعر گوئی کا لوھا منوا چکا تھا ۔ اب سیاسی اھمیت سے بھی بہرہ یاب ہوا ۔ ابن جھور نے اسے قلمدان وزارت سونپا اور سفارت کا کام بھی لیا ۔ معلوم یہ ھوتا تھا کہ وہ دنیوی کامرانیوں کے زینے بڑی تیزی سے طے کرے گا کہ عشق کے اندھے صیّاد نے اپنا تیر اس پر چلایا اور وہ ولاّدہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر ھو گیا ۔

ولاّدہ ، اپنے دور کی قتّالۂ عالم ، ایک سابق خلیفہ المستکفی کی بیٹی تھی ۔ حسن و جمال کے علاوہ وہ ذھانت و فطانت اور شعر گوئی و ادب شناسی میں یکتا تھی ۔ پروفیسر حِتّی نے اسے ,,ھسپانیہ کی سیفو " قرار دیا ہے (۳۴) ۔ قرطبہ میں اس کا مکان شعراء و ادباء کا مرجع تھا ۔ المقّری کے بقول تمامتر ظاھری بے حجابانہ انداز کے باوصف ، اس کی عفّت مسلّم تھی (۳۵) ۔ تاھم اگر وہ بعض اشعار جو خود مقّری نے اس سے منسوب کئے ھیں واقعی اُس کے ھیں تو کم از کم گفتار کی حد تک اس کی بے حجابی فحش گوئی کو جا پہنچتی تھی (۳٦) ۔ بطرس البستانی کے تخیّل نے ولاّدہ کی تصویر خوب بنائی ہے :

,,وكانت ولاّدة اديبة مثقّفة تميل الى الادباء وتعاشرهم وماجنة لعوبا تعبث بالقلوب و تحطمها ، تمنح مودّتها لمن تشاء و تستردّها متى تشاء ، فلم تكن في ودّها كاذبة ، ولا في رجوعها عنه غادرة وانما هو طبعها المرح الهازئ يستلذّ خفقان القلوب فتتبدّل واحدا بعد آخر كما تنقّل الفراشة من زهرة الى زهرة " ـ (۳۷)

,,ولاّده ایک شائستہ ادیبہ تھی ۔ ادیبوں سے دل چسپی اور ان سے میل جول رکھنے کا اس میں رجحان تھا ۔ بے باکانہ دل لگی اور ھنسنا کھیلنا اس کی طبیعت کا حصہ تھا ۔ وہ دلوں سے کھلونوں کی طرح کھیلتی تھی اور انھیں توڑ ڈالتی تھی ۔ جسے چاھتی اپنی محبت سے شاد کام کرتی اور جب چاھتی یہ عنایات واپس لے لیتی ۔ نہ وہ اپنی محبت میں جھوٹی تھی اور نہ اس سے پھر جانے میں بے وفائی کو دخل تھا ۔ بس اس کی چونچال ، ھنسوڑ سرشت کا تقاضا ھی یہ تھا کہ دلوں کو تڑپانے میں اُسے مزا آتا تھا چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے نئے سے نئے دل پر کمند ڈالتی رھتی تھی جیسے کوئی تتلی ایک پھول سے اڑ کر دوسرے پر جا بیٹھتی ہے " ۔

ولاّدہ ابن زیدون پر بھی مہربان ھوئی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے ابن زیدون کے نام ایک موقع پر یہ پیغام بھیجا :

ترقّبْ اذا جنَّ الظلامُ زیارتی
فانّی رأیتُ اللیلَ اکتمَ للسِرّ
وبی منک ما لوکان بالبدرِ ما بدا
وباللیلِ، ما ادجیٰ وبالنَّجمِ لم یَسْرِ (۳۸)

,,جب اندھیرا خوب چھا جائے تو میری ملاقات کا منتظر رھنا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ رات کا وقت راز داری کے لئے زیادہ موزوں ہے تیرے سبب سے میری جو کیفیت ہے اگر مہ کامل کی

هوتی تو وہ جلوہ گر نہ ہو سکتا اور اگر رات کی یہ کیفیت
هوتی تو تاریک ہونا اس کے لئے ممکن نہ رہتا اور اگر ستارے
کی هوتی تو سفر شب اس کے لئے دشوار ہو جاتا،،

ادھر وزیر ابو عامر ابن عبدوس بھی ولاّدہ کے دلدادگان میں تھا ۔ اور ولاّدہ کی عنایات سے سراسر محروم بھی نہ تھا ۔ ابن زیدون کا دل رقابت کی آگ میں جلتا تھا مگر مجبور تھا ۔ وزیر ابن عبدوس کے لقب ،،الفار ،، (چوھا) سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس نے اپنے دل کو یوں سمجھایا :

عیّر تُمونا بِأنْ قد صــار یخلفنــا
فی من نُحِبّ ، ومــا فی ذاک من عارِ
اَکَلٌ شَہِیٌ، اصَبْنَا مــن اَطَایِبِهِ
بعضاً ، وبعضاً صفَحْــنا عنــهُ للفــارِ (۴۹)

،،تم نے ہمیں یہ طعنہ دیا ہے کہ یہ شخص ہمارے بعد ہمارے
محبوب کے پاس ہوتا ہے ۔ اس میں عار کی کیا بات ہے
ایک لذیذ غذا تھی جس کے بعض صاف ستھرے حصے ہمارے
تصرّف میں آئے اور بعض حصے ہم نے خود ھی ،،چوھے،، کے لئے
چھوڑ دئے ،، ۔

اسی رقیبانہ چپقلش میں ابن زیدون نے ولاّدہ کی زبانی ابنَ عبدوس کے نام وہ مشہور مکتوب لکھا جو ،،رسالۃ ابن زیدون ،، کے نام سے اندلس کے نثری ادب میں یادگار ٹھہرا اور بعد کے زمانوں میں کئی ادیبوں نے اس کی شرح لکھی ۔ یہ مکتوب ، نادر ادبی تلمیحات کا ایک مرقّع تھا جن کے حوالے سے ابن عبدوس پر سخت کیچڑ اچھالی گئي تھی ۔اس کشمکش کے نتیجے میں ابن عبدوس نے ابن زیدون کے بعض اور مخالفین سے ساز باز کر کے ابو الحزم ابن جَهْور کو اس سے

بدگمان کر دیا ـ چنانچه اس نے ابن زیدون کو جیل میں ڈلوا دیا ـ ابن زیدون نے امیر ابن جھور کے نام بہت سے قصیدے مدح و شکایت کے لہجے میں لکھے ـ اُس کے بیٹے ابو الولید کو درمیان ڈالنا چاھا مگر کچھ فائدہ نه ھوا اور کئی برس اُس قیدوبند کی صعوبت جھیلنا پڑی زندان کے انھی تلخ ایام میں وہ شاعری بھی تخلیق ھوئی جو ولاّدہ کی شیریں یادوں سے عبارت تھی ـ

اس کے بعد کے واقعات میں اختلاف ہے ـ کچھ لوگوں کا کہنا ہے که ابو الولید نے بالآخر ابن زیدون سے حق دوستی نبھایا اور باپ سے سفارش کر کے اسے زنداں سے نکلوایا ـ بعض کا خیال ہے که وہ خود قید خانے سے فرار ھو گیا ـ ھاں اس بات کا امکان ھو سکتا ہے که اس فرار میں ابو الولید نے اسے مدد دی ھو ـ کچھ عرصه وہ قرطبه ھی میں روپوش رھا اور ولاّدہ کی یاد میں پر سوز شاعری کرتا رھا ـ اسی اثناء میں ابو الحزم ابن جھور کا انتقال ھو گیا اور ابو الولید نے خود مسند امارت سنبھال لی ـ اب پھر ابن زیدون کے دن پھرے اور پرانی حیثیت بحال ھوئی ـ اس سے سفارت کا کام لیا گیا اور جہاں جہاں وہ گیا اس نے بہت اچھا تاثر چھوڑا ـ اس کا ایک نتیجه یه بھی ھوا که درمیان میں کچھ عرصے کے لئے ابو الولید بھی اس سے بدظن و سرگراں ھو گیا لیکن جلد ھی یه گرہ جاتی رھی ـ تاھم گمان گزرتا ہے که شاید خود ابن زیدون کے آئینه دل پر کچھ غبار رہ گیا ـ چنانچه رفته رفته اس نے اپنے سفارتی اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھا کر اشبیلیه کے حکمران ـ معتمد کے والد ـــ عبّاد بن محمد المعتضد باللہ سے تعلقات استوار کر لئے اور قرطبه کو چھوڑ کر ـــ جو ولاّدہ کے بعد اس کے لئے دوسری عزیز ترین چیز تھی ـ المعتضد ھی کے دربار میں منتقل ھو گیا ـ عین ممکن ہے که اس میں ولاّدہ کے ھر جائی پن اور اس کی

سرد مہری کو بھی دخل ہو کیونکہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اُس عشق کا منطقی انجام کیا ہوا ـ

اشبیلیہ میں ابن زیدون نے اچھے دن دیکھے ـ وہ معتضد کی مدح میں قصائد کہتا رہا ـ معتضد نے اس سے دوستانہ سلوک رکھا اور اسے بیک وقت وزارت عظمی وسالاری افواج کے مناصب سونپ کر ,,ذوالوزارتین ,, ,,دو وزارتوں والا ,, ـ (یعنی وزارت سیف وقلم) کا خطاب دیا ـ معتضد کے بعد معتمد نے بھی اس کے ساتھ یہی حسن سلوک برقرار رکھا اور اس کے فن کی بڑی قدردانی کی ـ دونوں باہم جو ادبی حظ اٹھاتے تھے اس کا ایک نمونہ وہ منظوم پہیلیاں ہیں جو وہ ایک دوسرے کو بھیجتے تھے اور پھر ان کا حل بھی نظم میں پیش کیا جاتا تھا ـ یہ پہیلیاں دیوان معتمد کے حصہ ,,المعمّیات ,, میں دیکھی جا سکتی ہیں (۵۰) ـ

ابن زیدون کو قرطبہ سے جو عشق تھا شاید اسی کے سبب وہ رفتہ رفتہ معتمد پر اثر انداز ہوا اور اسے عملاً قرطبہ پر لشکر کشی کر کے اسے بنو جھور سے چھین لینے پر آمادہ کر لیا ـ اب معتمد کا دربار عارضی طور پر قرطبہ منتقل ہو گیا اور ابن زیدون اپنی فردوس گم گشتہ میں واپس پہنچ گیا ـ شاید یہ اس کی زندگی کا آسودہ ترین زمانہ تھا جس میں گرتی ہوئی صحت اور ولاّدہ کی یاس انگیز یادوں کے سوا غالباً اور کوئی چیز خلل انداز نہ تھی ـ لیکن سات آسمان رات دن گردش میں ہیں اور ابن آدم کو خبر نہیں ہوتی کہ یہ گردش کہاں اس کے لئے کیا جال بُن رہی ہے ـ معتمد کے قرب ، سیاسی وجاہت، ادبی حیثیت اوز قرطبہ کو واپسی یہ سب ایسی نعمتیں نہ تھیں کہ بعض دلوں میں حسد کا کانٹا بن کر نہ چبھتیں ـ معتمد کا دوسرا شاعر دوست اور سیاسی معتمد ، ابوبکر بن عمّار اور ابن مرتین

درپردہ اس حسد میں پیش پیش تھے۔ شومئ قسمت سے اشبیلیہ میں انھی دنوں مسلمانوں اور یہودیوں میں فساد ہو گیا ۔ معتمد نے اس فتنے کو دبانے کے لئے اپنے بیٹے الحاجب سراج الدولہ کو ایک لشکر کی کمان دے کر قرطبہ سے اشبیلیہ روانہ کیا اور اس کے ہمراہ کچھ علماء اور بعض سر برآوردہ لوگوں کا ایک وفد بھی بھیجا ۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن عمّار اور ابن مرتین نے معتمد کو مشورہ دیا کہ ابن زیدون کو اشبیلیہ میں خاصا اثر و رسوخ حاصل ہے لہذا اسے بھی اس وفد میں شامل کرنا مناسب ہو گا ۔ معتمد کے حکم پر چار و ناچار اسے یہ سفر اختیار کرنا پڑا جو اس کی گرتی ہوئی صحت کے سبب اس کی زندگی کا آخری سفر ثابت ہوا ۔ وطن کی خاک میں شاید کچھ ایسی کشش نہ تھی ۔ چنانچہ وہ اشبیلیہ ہی میں مدفون ہوا ۔ قرطبہ سے دور جس کا وہ عاشق زار تھا اور جس کی یاد میں اس نے ایام اسیری کے دوران اپنی مشہور طویل مخمّس کہی تھی :

اقرطبةُ الغرّاءُ هــل فیکِ مَطْمَعُ
وهَلْ کبِدٌ حَرّی لبَیْنِکِ تَنْقَعُ
وهل لِلَیَا لِیک الحمــیدةِ مَـرجعُ
اِذِ الحُسنُ مَرْأیً فیکِ و اللّهْوُ مَسْمَــعُ
و اِذ کَنَفُ الدنیا لدیکِ مُوطَّــأُ
نہارُکِ وضّاحٌ ولیلُکِ ضِحْیَانُ
وتربُکِ مصبوحٌ وغُصنُکِ نَشْــوَانُ
وارُضکِ تُکْسی حینَ جَوُکِ عُــریانُ
ورَیّاکِ رَوْحٌ للنفوسِ ورَیحــانُ
وحسبُ الاَمَانِی ظلُّکِ المُتَفیَّــأُ (۵۱)

,,اے حسین و درخشاں قرطبہ کیا تیری آرزو کرنے کی گنجائش

هنوز باقی ہے
اور کیا اس جگر کی پیاس بجھنے کا کوئی امکان ہے جو تیری جدائی کے سبب تشنہ ہے
اور کیا تیری مرغوب و پسندیدہ راتیں پلٹ کر آ سکتی ہیں ۔
کہ جب تجھ میں حسن جنت نگاہ تھا اور ہنسی دل لگی کی باتیں فردوس گوش اور جب دنیا تیری فضاؤں میں ہموار و سازگار تھی ۔
جب تیرے دن چمکیلے تھے اور راتیں بے ابر
اور تیری خاک صبوحی پئے ہوئے تھی اور تیری شاخ سرمست
اور تیری زمین لباس (سبزہ) میں مستور تھی جبکہ تیری فضا بے لباس تھی اور تیری مہکار دلوں کے لئے راحت ورزق کی حیثیت رکھتی تھی
اور تیرے سائے کی پناہ ، آرزوؤں کا منتہائے مقصود تھی "

ابن زیدون کی شاعری میں مدح ،مرثیہ ، عشقیہ کلام اور گلۂ دوستانہ کی اصناف زیادہ نمایاں ہیں ۔ شعرائے اندلس میں ، ممکن ہے ، مخمّس گوئی میں اولیت اسے حاصل ہو لیکن مشرق میں اس صنف کے بعض نمونے پہلے سے موجود بتائے جاتے ہیں مثلاً بشّار بن بُرد کے مخمسّات جو اس نے محض دل لگی کے طور پر کہے ۔ (۵۲) لہذا ابن زیدون کو مخمّس کا موجد قرار دینا مشکل ہے ۔ اس کی شاعری کا بہترین حصہ وہ تصور کیا گیا ہے جو اس نے ایام اسیری میں یا قرطبہ کے فراق میں یا ولاّدہ کی یاد میں تخلیق کیا ۔ زندان سے فرار کے بعد اس نے ولاّدہ کے نام ایک نونیہ قصیدہ لکھ کر بھجوایا تھا ۔ Garcia Gomez کی رائے میں "یہ اندلسی مسلمانوں کی لکھی ہوئی سب سے خوبصورت عشقیہ نظم ہے (۵۳) . . . ۔ " اسی کے چند منتخب اشعار پر

هم ابن زیدون کا تذکرہ ختم کرتے ہیں (اشعار کی ترتیب میں هم نے کچھ تقدیم و تاخیر سے کام لیا ہے) :

خالَتْ لفقدِ کُمُ ایّامُنافغدَتْ
سُوداً وکانت بِکُم بِیضاً لیالِینا
اذ جانبُ العیشِ طَلْقٌ مِنْ تالّفِنا
وموردُ اللّهْوِ صافٍ من تَصَافِینا
واذهصْرنَا غصونَ الاُنس دانیَةً
قطوفُهاً، فجَنَیْنَا منه ما شینا
انّ الزمانَ الذی ما زالَ یُضحِکُنَا
اُنساً بِقُربِکُمْ قد عَادَ یُبْکِینا
غِیْظَ العِدیٰ من تَساقِینا الهویٰ فدَعَوا
بِاَنْ نَغُضّ فقالَ الدّهرُ آمینا
کاَنّنا لم نَبِتْ والَوصْلُ ثالِثُنا
والسَّعْدُ قد غضّ مِن اَجفانِ وَاشِینا
سِرّانِ فی خاطِرِ الظّلْمَاءِ یَکْتُمُنا
حتّی یکادَ لسانُ الصّبْحِ یُفشِینا
لاتحسَبُوا نأیَکُمْ عنّا یُغیّرُنا
انْ طالَمَا غیّر النّأیُ المُحِبّینَا
واللهِ ماطَلَبتْ اهوؤُنا بدلاً
منکُم ولا انصَرَفتْ عنکُم اَمَانِینا (۵۳)

..تم کیا بچھڑے همارے دن هی پلٹا کھا گئے اور سیاہ فام هو گئے حالانکہ تمہارے ہونے سے هماری راتیں بھی درخشاں هوا کرتی تھیں وہ زمانہ کہ جب هماری یکجائی کے سبب پہلوئے زیست خوشگوار تھا اور همارے دلوں کی صفائے باهمی کے باعث

چشمۂ لطف و طرب صاف شفاف تھا
جب ہم نے انس و محبت کی ڈالیوں کو ، جن کے پھل ہماری دسترس میں تھے ، اپنی طرف جھکایا اور اپنی امنگوں کے مطابق جی بھر کر خوشہ چینی کی وھی زمانہ جو اب تک ہمیں تمہارے قرب مانوس میں ہنسایا کرتا تھا
اب ہمیں رُلانے لگا ہے
ہمیں باہم جام محبت پیتے پلاتے دیکھ کر دشمنوں کے دل میں آتش غیظ بھڑک اٹھی انھوں نے بددعا دی کہ (اس جام سے) ہمیں پھندا لگ جائے ؛ تو زمانے نے اس پر آمین کہا
یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں نے وہ راتیں کبھی نہیں گزاریں جن میں اگر کوئی تیسرا تھا تو وہ خود ,,وصال ،، تھا
اور بخت سازگار نے ہمارے بدخواہ کی نگاہیں نیچی کر رکھی تھیں ہم دونوں شب تاریک کے ضمیر میں دو رازوں کی طرح ہوتے تھے جنھیں وہ پوشیدہ رکھتی تھی
تاآنکہ صبح کی زبان اُن کے افشا پر آمادہ ہو جاتی تھی
یہ گمان دل میں نہ لانا کہ تمہاری جدائی سے ہماری محبت میں کچھ فرق آ سکے گا
گو بسا اوقات جدائی سے عاشقوں کی محبتیں متاثر ہو جاتی ہیں
بخدا ، ہماری محبتوں نے تمہارا کوئی بدل تلاش نہیں کیا
اور نہ ہماری آرزوؤں کا رخ تمہاری طرف سے پھرا ہے ، ۔

اندلس کا ایک اور قابل ذکر شاعر محمد ، ابن ھانی (م ۳٦۲ ھ/۹٦۳ ع) ہے جسے ,,متنبّیٔ الغرب ،، ,,مغرب کا متنبّی ،، کہا جاتا ہے ۔ اس کی پیدائش عبدالرحمان الثالث کے دور میں اشبیلیہ میں

ہوئی ۔ تعلیم قرطبہ میں پائی عربی شاعری کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس کے حافظے میں محفوظ تھا ۔ عقیدۃً غالی شیعہ تھا اور عملاً لذّت پرست ۔ عقلاً اس کا میلان فلسفیانہ افکار کی طرف تھا ۔ انہی اسباب سے اشبیلیہ میں فضا اس کے خلاف ہو گئی ۔ امیر اشبیلیہ چونکہ اس پر مہربان تھا لہذا وہ بھی مطعون ہوا ۔ چنانچہ اسی کے مشورے پر ابن ہانی سمندر عبور کر کے مراکش آ گیا ۔ یہاں اس کا ربط ضبط فاطمیوں کے جرنیل جوہر سے ہو گیا اور رفتہ رفتہ وہ فاطمی خلیفہ المعز بن المنصور کی نظر میں آگیا اور اس کی مدح کہتا اور انعام پاتا رہا ۔ فتح مصر کے بعد جب فاطمیوں نے اپنا پایۂ تخت مصر منتقل کیا تو ابن ہانی ، کچھ دور مصاحبت کے بعد ، اس ارادے سے واپس آیا کہ اہل و عیال کو ہمراہ لے کر پھر خلیفہ کے دربار سے مستقلاً منسلک ہو جائے ۔ چنانچہ تیار ہو کر چلا مگر ,,برقہ،، کے مقام پر پہنچا تھا کہ پر اسرار حالات میں اس کی موت واقع ہو گئی جس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں ۔ ابن ہانی کی عمر اس وقت بعض روایات کے مطابق چھتیس اور بعض کے مطابق بیالیس سال تھی ۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ المعز نے اس کی موت کی خبر سن کر بہت تاسّف کیا اور کہا ,,اس شخص سے ہمیں یہ امیدیں تھیں کہ اسے فخریہ شعرائے مشرق کے مقابلے میں لا سکیں گے مگر قسمت نے ہمارا ساتھ نہ دیا ۔ (۵۵)

ابن ہانی کے کلام میں معنی سے بڑھ کر لفظ پر توجّہ ہے ۔ گھن گرج بہت ہے مگر مفاہیم بہت کم ہیں مثلاً

هذا الاَغَرُّ الاَزهرُ المُتَألِّقُ ‌ المُتدفِّقُ المتبلِّجُ الوَضَّاءُ
لِلنّاسِ اِجماعٌ على تفضِيْلِهِ حتّى استَوىَ اللُّؤمَاءُ و الكُرَمَاءُ
واللُّكنُ والفُصَحَاءُ والبُعَداءُ والقُرَبَاءُ والخُصَمَاءُ والشُّهَدَاءُ (۵۶)

"یہ درخشندہ جبیں ، روشن چہرے والا ، چمکتا ھوا ، رواں دواں ، دمکتا ھوا ، حسین ونظیف ، سبھی لوگ اس کی فضیلت پر متفق ھیں ، تاآنکه اس (اتفاق) میں یکساں طور پر شریک ھیں لئیم اور کریم اور ژولیدہ بیاں اور فصیح اور غیر اور اپنے اور مخالف اور موافق "

غالباً اسی جزالت لفظی کی بنا پر اسے متنبّی کا مثیل سمجھ لیا گیا ورنہ اس کے ہاں متنبی کی سی اختراعی صلاحیت نہیں پائی جاتی ۔ فطرت کی منظر نگاری اور حب الوطن جو اندلسی شعراء کا عمومی امتیاز ھیں،ابن ھانی کے ھاں نہ ھونے کے برابر ھیں ۔ اس کی توجه ان موضوعات سے زیادہ سیاست یا شراب پر رھی۔وصفیه (Descriptive) شاعری میں اس نے جنگوں ، لشکروں ، ھتھیاروں وغیرہ کا بیان اپنے مخصوص اسلوب میں کیا ہے ۔ مگر یہ کچھ نبھ نہیں سکا ۔ البتہ المُعِز کے بحری بیڑے کی تصویر کشی میں وہ کامیاب نظر آتا ہے ۔ ابن ھانی نے اپنے غُلوّ عقیدہ کا اظہار خلیفه المعز کے مدحیہ قصیدوں میں اس شدت سے کیا کہ بعض اوقات کفر و زندقت کی حدود کو جاچھوا (٥٨)

دقائق علمی ، مسائلِ فقھی اور لطائف شعری ایک سینے میں مشکل سے جمع ھوتے ھیں ۔ علماء اگر اپنی قادر الکلامی کی بنیاد پر شعر کہتے بھی ھیں تو وہ عموماً بوجھل قسم کی شاعری ھوتی ہے ۔ لیکن قرطبه کی خاک نے علی بن احمد ، ابن حزم (م ٤٥٦ ھ/ ١٠٦٤ ع) کو جنم دے کر ابو نواس کے اس قول پر مہر تصدیق ثبت کر دی :

لیسَ مِن اللهِ بِمُستَنکَرٍ   اَن یَجْمعَ العَالَمَ فی واحِدِ

فلپ ۔ کے ۔ حتّی نے ابن حزم کو اندلس کی اسلامی تہذیب کا سب

سے بڑا عالم اور سب سے اچھوتا مفکّر نیز مجموعی اعتبار سے دنیائے اسلام کے دو یا تین زرخیز ترین اذہان اور نہایت بھر پور مصنفین میں سے ایک قرار دیا ہے (۵۸)۔ اُس کا باپ ، منصور الحاجب اور اس کے بیٹے کا وزیر تھا چنانچہ ابن حزم کو اعلی تعلیم حاصل کرنے کے بہتر سے بہتر مواقع ملے اور اس نے خود بھی عبدالرحمن المستظهر اور هشام المعتمد کا قلمدان وزارت سنبھالا ۔ سیاست کی راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے ابن حزم پر بھی گزری اور جاہ و منصب کی حلاوت کے ساتھ ساتھ اسے جلاوطنی اور قید و بند کی تلخیاں بھی برداشت کرنا پڑیں ۔ خلافت امویہ کے انحلال کے بعد اس نے خود کو صرف علمی و ادبی مشاغل کے لئے وقف کر دیا جو همیشه سے اُس کی روح کا اصل تقاضا تھے ۔

ابن بشکوال نے قاضی ابو القاسم صاعد بن احمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن حزم تمام اهل اندلس میں اسلامی علوم کا سب سے بڑا امین تھا اور زباندانی ، بلاغت ، شاعری ، سوانح اور تاریخی واقعات سے بهرهٔ وافر پانے کے ساتھ ساتھ وہ عام وسعت علمی میں بھی سب سے بڑھ کر تھا (۵۹)۔ اس کے بیٹے ابو رافع الفضل کا کہنا ہے کہ اس کے پاس اس کے والد کے قلم سے لکھی ہوئی چار سو جلدوں کے قریب تالیفات تھیں جو تقریباً اَسّی هزار اوراق پر مشتمل تھیں (۶۰) ۔ ان کتابوں کے موضوعات کا تنوّع دیکھ کر ان کے مؤلف کی بےپناہ صلاحیتوں اور بوقلموں صفات کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ فقه ، حدیث، تاریخ ، انساب ، تقابل ادیان ، منطق ، کیا ہے جو یہاں موجود نہیں ۔ فقه میں کچھ عرصه شافعی مسلک کی پیروی کے بعد وہ ظاهری مسلک کا پر جوش مبلّغ بن گیا اور اسی نسبت سے ابن حزم الظاهری کے نام سے پہچانا گیا ۔ اپنی برّاقیءِ طبع کے زور میں اس نے

فقہائے سلف پر اس قدر کڑی نکتہ چینی کی کہ اس کی زبان کو حجّاج بن یوسف کی تلوار کا ہمزاد قرار دیا گیا ۔ نتیجہ یہ کہ فقہائے وقت اس کے خلاف یک زبان ہو کر اٹھہ کھڑے ہوئے اور اس کی گمرھی پر اتفاق کیا (٦١) ۔ اس کی کتابیں نذر آتش کر دی گئیں جس پر اس کا تبصرہ یہ تھا :

وإنْ تحرِقُوا القِرطاسَ لاتحرِقُو الّذی
تَضَمّنَہُ القِرطاسُ بل ھَو فی صدْرِی
یَسِیْرُ مَعِی حیثُ استقلّتْ رکائِبِی
وینزِلُ إنْ أنْزِلْ ویُدْفَنُ فِی قبْرِی (٦٢)

,,کاغذ کو اگر تم جلا بھی دو تو کیا ہے
جو کچھہ کاغذ میں درج ہے اس کو تم نہیں جلا سکتے ، بلکہ وہ میرے سینے میں محفوظ ہے
جہاں جہاں میری سواری جاتی ہے یہ (علم) میرے ساتھہ چلتا ہے اور جب میں پڑاؤ ڈالتا ہوں تو یہ بھی پڑاؤ ڈالتا ہے اور یہ میرے ساتھہ ھی قبر میں دفن ہو گا "

بہرحال اس کے خلاف ردّ عمل کے دباؤ میں آ کر امرائے عصر بھی اس کی حمایت سے دستکش ہو گئے ۔ بالآخر وہ ,, مَنْت لِیْشَم " نامی (٦٣) ایک دیہہ میں ، جو اس کی ذاتی جاگیر تھا، فروکش ہو گیا اور وھیں وفات پائی ۔

لیکن علمی جاہ و جلال اور فقہی مناظرہ و جدال کی اس سنگین زرہ کے نیچے ابن حزم کے سینے میں کس قدر درد مند اور نرم و گداز دل دھڑک رہا تھا ۔ اس کا اندازہ ھمیں اس کی کتاب ,,طوق الحمامہ " (فاختہ کی کنٹھی) سے ھوتا ہے جس کا انگریزی ، روسی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں ترجمہ اس کی اھمیت و مقبولیت پر

روشنی ڈالتا ہے۔ ابن حزم کے شعر میں وہ فطری سلیقہ ، گھلاوٹ ، شدت احساس اور روانی ہے کہ یقین نہیں آتا کہ یہ اُسی ٹھیٹھ فقیہ کے اشعار ہیں جو ,,المحلّی ،، میں بولتا نظر آتا ہے۔ شاعری سے اسے کیسی طبعی مناسبت تھی اس کا اندازہ ابو عبداللہ الحُمیدی کے اس قول سے ہوتا ہے کہ :

,,مارأیتُ من یقولُ الشعرَ علی البدیهةِ أُسرعَ منه ،،

,,میں نے فی البدیہہ شعر گوئی میں ابن حزم سے تیز کسی کو نہیں دیکھا ،، (۶۳)۔

اپنے دور کے عام شعری اسلوب کے برخلاف ابن حزم مجاز ، تشبیہ اور بلاغت کے دیگر ڈھلے ڈھلائے ، محسّناتِ لفظی و معنوی پر ضرورت سے زیادہ زور نہیں دیتا ۔ نہ فکری مبالغے سے کام لیتا ہے اور نہ لفظی گھن گرج کو اپنا مقصود بناتا ہے۔ اس کے ہاں جذبے کا سیدھا سادا فطری اظہار ملتا ہے جس کے پس منظر میں ایک عمیق احساس بولتا نظر آتا ہے۔

اس کی کتاب ,,طوق الحمامة ،، کا پورا نام ,,طوق الحمامه فی الاُلفة والاُلاّف ،، ہے۔ کتاب کے حرف آغاز سے پتہ چلتا ہے کہ ابن حزم کے ایک پرانے دوست نے المَریّة سے اُس کے نام شاطبه کے دورِ سکونت میں ایک خط لکھا جس میں اُس سے فرمائش کی گئی تھی کہ محبّت، اس کے مفاہیم اور اسباب و احوال پر ایک رسالہ ترتیب دے ۔

ابن حزم نے ـــــ جس پر تدیّن بے حد غالب تھا ـــــ اگرچہ آغاز میں یہ کہا ہے کہ مدتِ عمر مختصر ہے جسے سوائے فکر آخرت کے کسی شے میں صرف کرنا مناسب نہیں ، تاہم اُس دوست کی خاطر اُسے بہت عزیز تھی چنانچہ بعض اقوال و روایات کا سہارا لے کر جن میں ,,لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے ،، کا مضمون

بیان ہوا ہے اُس نے اس فرمائش کو ,,طوق الحمامـہ ،، کی صورت میں پورا کیا ہے۔ اس کتاب کو مجموعی اعتبار سے نفسیات عشق کا ایک دقیق تجزیہ کہا جا سکتا ہے جو ابـن حزم نے ذاتـی تجربـات و مشاہدات کی اساس پر پیش کیا ہے۔ مختلف ابواب میں عشق و محبت کے مختلف مدارج و احوال و اقسـام پر روشنی ڈالتے ہوئے بہت سے واقعات نقل کئے گئے ہیں جن کے لبّ لباب کو ابن حزم نے جابجا اپنے اشعار سے واضح کیا ہے اور اس طرح اس کے کلام کا ایک اچھا خاصا مجموعہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ,,طوقُ الحمامہ ،، ہر چند کہ تمام تر آپ بیتی نہیں تاہم ابن حزم کی اخلاقی جرأت کی داد دینا پڑتی ہے کہ اس نے گاہے گاہے آپ بیتی بیان کرنے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی اگرچہ دوسروں کے نام ظاہر کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ کتاب کی نظم و نثر دونوں اس کے ملکۂ ادبی اور ذوق شعری کا ثبوت ہیں۔ حتّی نے بجا طور پر کہا ہے کہ ابن حزم نے اس کتاب میں عشق پاکباز (Platonic Love) کی برتری پر زور دیا ہے (۶۵)۔ چنـانچـہ آخری دو ابواب ,,قُبح المعصیۃ ،، اور ,,فضل التعفّف ،، میں عفّت و پاک دامنی کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور ھـوسناکی کی بدانجامی پر ایک فقیہ و عالم دین کے انداز میں وعید شدید سنائی گئی ہے۔ آخر کتاب میں ابن حزم کا لہجہ معذرت خواہانہ ہو گیا ہے کیونکہ اسے یہ احساس ہے کہ بعض کٹّر لوگ اس کتاب کی تالیف پر اعتراض کریں گے۔

ایک مقام پر یہ بحث کرتے ہوئے کہ آیا ,,وصل میں مرگِ آرزو ،، کا تصوّر درست ہے وہ اس سے اختلاف کرتا ہے اور ذاتی تجربے کے حوالے سے بتاتا ہے کہ وصل سے تو آتش شوق اور تیز ہوتی ہے اور محب کا دل محبوب سے کبھی نہیں بھرتا۔ اس ضمن میں اس نے اپنے یہ شعر نقل کئے ہیں۔

وَدِدتُ بانّ القلبَ شُقّ بِمُدْيَةٍ
وأُدْخِلْتِ فيهِ ثُمّ اُطْبِقَ فی صَدْرِی
فاَصْبَحْتِ فيهِ لا تَحُلّينَ غَيْرَهُ
اِلی مُقْتَضیٰ يوم القيَامةِ وِالْحَشْرِ
تَعِيْشِيْنَ فيهِ ماحَيِيْتُ فَاِنْ اَمُتْ
سَكَنْتِ شَغافَ القَلْبِ فی ظُلَم القَبْرِ (٦٦)

,,میری خواهش ہے که میرا دل کسی دشنے سے چیرا جائے اور — (اے محبوبه) تجھے اس کے اندر رکھ دیا جائے اور پھر اُسے (دوباره) میرے سینے میں بند کر دیا جائے ـ
سو تو وهیں کی هو رهے اور قیامت و حشر تک ، کسی اور دل میں نه اتر سکے
جب تک میں زنده رهوں تو اسی میں زنده رهے
اور اگر میں مر جاؤں تو تُو قبر کی تاریکیوں میں بھی میرے نہاں خانۂ دل میں هی مقیم رهے "ـ

ایک اور مقام پر یه بحث اٹھاتا ہے که شعراء نے ,,تصوّرِ محبوب " کو اس قدر اهمیت کیوں دی ہے ـ اس سلسلے میں مختلف آراء نقل کرنے کے بعد اپنے یه شعر لاتا ہے جن میں محبوب کے خواب و خیال کو حقیقی وصل پر ترجیح دینے کی وجه بیان کرتا ہے :

اَغا رُ عليکِ مِن اِدْراکِ طَرْفِی
واُشْفِقُ اَن يُذِيْبَکِ لَمْسُ کَفّی
فاَمْتَنِعُ اللّقاءَ حِذَارَ هذا
واَعْتَمِدُ التّلاقِیَ حينَ اُغْفِی
فرُوحِی اِنْ اَنَمْ ، بِکِ ذُو انفِرادٍ
مِنَ الاَعْضَاءِ مُسْتَتِرٌو مَخْفِی

وَوصْلُ الرّوحِ الطفُ فِیکِ وقْعاً

من الَهمّ المُواصِلِ اَلَفَ ضِعْفِ (٦٧)

,,میں تو تیرے بارے میں یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ خود میری نگاہ تجھ پر پڑے

اور ڈرتا ہوں کہ تو میرے ہاتھ کے لمس سے پگھل نہ جائے

اسی خوف سے میں ملاقات سے باز رہتا ہوں

اور اس ملاقات پر انحصار کرتا ہوں جو نیم خوابی کی کیفیت میں ہوتی ہے کیونکہ ، اگر میں سو جاؤں ، تو میری روح کو تیرے ساتھ کامل خلوت میسر آتی ہے

اعضائے جسمانی سے مستور و مخفی ہو کر

اور روح کا وصال تجھ سے وہ حظ اٹھاتا ہے

جو جسم کے وصال سے ہزار گنا زیادہ لطیف ہے ،،

ابن حزم اپنے مسلک فقہ میں ,,ظاہری ،، ہو تو ہو کم از کم شعر و محبت کی دنیا میں تو وہ باطن کے بھی بطون میں نفوذ کرنا چاہتا ہے۔

ظاہر اور باطن کا ایک اور امتزاج غریب ، ابن العربی (٦٨) کی شخصیت میں نظر آتا ہے۔ ابن مسدّی کے بقول :

,,کانَ ظاھریّ المذھب فی العباداتِ ، باطنیّ النَظَر فی الاعتقادات ،، (٦٩)

وہ عبادات میں ظاہری مسلک کے قائل تھے اور اعتقادات میں باطن پر نظر رکھنے والے تھے ،،

ان کی شخصیت بھی عالم اسلام میں بہت اختلافی رہی ہے چنانچہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مندرجات کے مطابق :

,,بعض لوگوں کی رائے میں وہ ولی کامل تھے ، قطب زمان تھے اور علم باطنی میں ایسی سند تھے جس میں کلام ھی نہیں ہو

سکتا ۔ دوسری طرف ایک ایسا گروہ تھا جس کے نزدیک وہ
بدترین قسم کے ملحد تھے ۔ (۷۰)

محیی الدین محمد بن علی بن محمد ، ابن العربی (م ٦۳۸ ھ/ ۱۲۴۰ ء) جو دنیائے تصوف میں ,,شیخ اکبر ،، کے نام سے معروف ہیں ، اندلس کے شہر مُرسیه میں پیدا ہوئے ۔ نسباً ان کا سلسلہ حاتم طائی سے ملتا ہے جیسا کہ ان کی نسبتوں ,,الحاتمی الطائی ،، سے ظاہر ہے ۔ ان کے متداول دیوان میں بھی کہیں کہیں اس نسبت کا حوالہ ملتا ہے مثلاً :

لاَنِّی حَاتِمِی الْاَصلِ ذُوکَرَمٍ
مِنْ طَیِّئٍ عَـرَبِیُّ عَنْ اَبٍ فَاَبٍ (۷۱)

,,کیونکہ میں حاتمی الاصل ہوں ، صاحب کرم ہوں ، قبیلہ طے
سے تعلق ہے اور پشتینی عربی ہوں ،،

آٹھ برس کی عمر میں اشبیلیہ آ گئے اور تیس برس تک وہاں کے مشاہیر علمـــاء سے تحصیل علم کرتے رہے ۔ ایک نادر روایت کے مطابق ، جو ابن الشعّار کی غیر مطبوعہ تصنیف ,,عقود الجمان،، کے مخطوطے میں ملتی ہے ، (۷۲) ان کا خاندان امــرائے بلاد کی فوجی ملازمت میں چلا آتا تھا اور وہ خود بھی ایک عرصہ فوجی خدمات انجام دیتے رہے تاآنکہ ۵۸۰ ھ میں (یعنی بیس برس کی عمر میں) یہ مشغلہ ترک کر دیا ۔ اس کا سبب خود انہوں نے حلب میں ابن الشعار سے بدھ ٦ ربیع الاول ٦۳۵ھ کو ہونے والی ملاقات میں یہ بتایا کہ وہ امیر ابوبکر یوسف بن عبدالمومن کی ملازمت کے زمانے میں ایک مرتبہ امیر مذکور کے ہمراہ مسجد قرطبہ میں گئے اور وہاں امیر کو رکوع و سجود کرتے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالی کے سامنے گڑ گڑاتے دیکھ کر انہیں یہ خیال آیا کہ اگر اتنے وسیع علاقے

کا بادشاہ ہو کر بھی اس شخص کی اللہ تعالی کے سامنے یہ کیفیت ہے تو پھر دنیا کی کچھ حقیقت نہیں ، اسی دن ملازمت سے طبیعت اکھڑ گئی اور راہ طریقت پر گام زن ہو گئی ۔

بعد ازاں اندلس کے مختلف شہروں سے گزر کر ، مراکش ، تونس اور مصر کے راستے ۵۹۸ ھ میں مکہ پہنچے جہاں طویل عرصے تک قیام کیا ۔ ان کا ضخیم شاہکار ,,الفتوحات المکیّہ ،، اسی دور کے مکاشفات روحانی کا گویا ایک ریکارڈ ہے ۔ پھر موصل و بغداد اور قونیہ کی سیاحت کی ۔ ٦١٠ھ میں دوبارہ مکہ مکرمہ گئے جہاں سے پھر قونیہ اور حلب ہوتے ہوئے بالآخر دمشق پہنچے اور وہیں کوہ قاسیون کے دامن میں ان کا مزار ہے جس پر انہی کا یہ شعر کندہ ہے :

فِی کُلِّ عَصْرٍ وَاحِدٌ یَسْمُوبِہِ
وَاَنَا لِبَاقِی الْعَصْرِ ذَاکَ الْوَاحِدُ (۲)

,,ہر زمانے میں کوئی ایک فرد ہوتا ہے جو اسے بلندی عطا کرتا ہے اب جس قدر زمانہ باقی رہ گیا ہے اس کے لئے وہ فرد یکتا میں ہوں ،،

ابن العربی کی شاعری یوں تو ان کی کئی سو تصانیف میں ۔ جن میں ,,الفتوحات المکیۃ،، اور ,,فصوص الحکم،، سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہیں ــ جا بجا بکھری ہوئی مل سکتی ہے لیکن خالص شعری مجموعے دو ہیں ۔ ایک ,,ترجمان الاشواق،، اور دوسرے ان کا ,,دیوان،، ۔

,,ترجمان الاشواق ،، کی شاعری ظاہری ہیئت کے اعتبار سے عربی کی روایتی عشقیہ شاعری ہے جو حسن نسوانی کے حوالے سے کی جاتی ہے ۔ ابن العربی کے خود نوشت دیباچے سے یہ پس منظر سامنے آتا ہے کہ (۳) ۵۹۸ ھ میں جب وہ مکہ گئے تو دیگر فضلاء و

صلحاء کے علاوہ ان کا رابطہ شیخ ابو شجاع زاهر بن رستم سے بھی رها جن سے انہوں نے حدیث پڑھی ۔ شیخ کی ایک ناکتخدا بیٹی ، ,,النظام ،، نام (۵) ، حسن و جمال ، فصاحت و بلاغت ، زهد و عفت اور عبادت و ریاضت میں بے مثل تھی ۔ اسی کی ذات کو انہوں نے ترجمان الاشواق کی تشبیب ظاهری کا محور بتایا ہے تاهم ان اشعار کے باطن مفہوم کو بطریق رمز و ایما ، اعلیٰ روحانی واردات سے متعلق قرار دیا ہے، جن کی حقیقت کو وہ خاتون خوب سمجھتی تھی۔ اشعار کی هیئت ظاهری کے سبب حلب کے کسی فقیہ نے اس رائے کا اظہار کیا کہ ان میں اسرار الهیہ کی گنجائش نکالنا محض مصلحت کا ایک پردہ ہے۔ چنانچہ ابن العربی کے دو شاگردوں نے درخواست کی کہ وہ اپنے کلام کی شرح خود لکھیں ۔ یہ فرمائش انہوں نے پوری کی اور یہ شرح اب ,,ترجمان الاشواق ،، کے ساتھ شامل ہے۔ شرح کا کچھ حصہ فقہاء کی ایک جماعت کے سامنے پڑھا گیا تو معترض نے اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا اور یہ تسلیم کیا کہ فقراء کے هاں بادہ و ساغر کے پردے میں مشاهدہ حق کی گفتگو سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ (٦) ابن العربی نے دیباچے میں اپنے اس اسلوب خاص کی وضاحت میں کچھ اشعار بھی درج کئے هیں جن میں آخری شعر کو نمائندہ حیثیت دی جا سکتی ہے۔

فَاصْرِفِ الْخَاطِرَ عَن ظَاهِرِ هَا ‌ ‌ ‌ ‌ وَاطْلُبِ الْبَطِنَ حَتَّى تَعْلَمَا(٧)

,,سو ذهن کو ان (مضامین شعر) کے ظاهر سے هٹا

اور باطن کا کھوج لگا تاآنکہ تجھے حقیقت معلوم هو جائے ،،

ابن عربی کی شاعری میں ظاهر اور باطن کی ان پر چھائیوں پر المقّری نے بھی ان کے ایک شعر کے حوالے سے روشنی ڈالی ہے۔ (٨) اور ان کے کلام کے بارے میں حسن ظن کو لازم قرار دیا ہے۔ شعر یوں ہے

يَامَنْ يَّرانِى وَلاَاَرَاهُ　　كَمْ ذَا اَرَاهُ وَ لاَيَرانى

,,اے وہ کہ وہ مجھے دیکھتا ہے جبکہ میں اسے نہیں دیکھتا بارہا یوں بھی ہوتا ہے کہ میں اسے دیکھتا ہوں جبکہ وہ مجھے نہیں دیکھتا ،،

ابن العربی کے کسی ساتھی نے یہ شعر سن کر کہا کہ تم یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ وہ تمہیں نہیں دیکھتا ؟ اس پر انہوں نے برجستہ کہا :

يَا مَنْ يَّرانِى مُجْرِماً　　وَلاَ اَرَاهُ آ خِذا
كَمْ ذَا اَرَاهُ مُنْعِمـاً　　وَلاَ يَرانِى لاَئِذا

,,اے وہ کہ وہ مجھے جرم کرتے دیکھتا ہے ،،
جبکہ میں اسے گرفت کرتے نہیں دیکھتا
بارہا میں اسے نعمتیں بخشتے دیکھتا ہوں
جبکہ وہ مجھے اپنی پناہ ڈھونڈتے نہیں دیکھتا ،،

,,ترجمان الاشواق ،، کی شاعری فنی اعتبار سے متقدمین کی پختہ گوئی ، اور الفاظ کے زور دار دروبست ، کے ساتھ ساتھ متأخرین کی مناسبات لفظی اور صنائع بدائع کا ایک اچھا امتزاج پیش کرتی ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے :

غَازَلْتُ مِنْ غَزَلِى مِنْهُنَّ وَاحِدَةً
حَسْنَاءَ لَيْسَ لَهَا اُخْتٌ مِنَ الْبشَرِ
اِنْ اَسْفَرَتْ عَن مُحَيَّاهَا اَرَتْکَ سَناً
مِثْلَ الغَزَالَةِ اِشْرَاقاً بِلا غَبَرِ
لِلشَّمْسِ غُرَّتُهاَ ، لِلَّيْل طُرَّتُها
شَمْسٌ و لَيْـلٌ مَعاً مِن اَعْجَبِ الصُّوَرِ
فَنَحْنُ بِاللَّيْلِ فِیْ ضَوءِ النَّهارِ بِهَا
وَنَحْنُ فِی الظُّهْرِ فِی لَيْلٍ مِنَ الشَّعَرِ (۶۹)

,,میں نے اپنے کلام عاشقانہ سے گفتگوئے محبت چھیڑی
ان میں سے ایک حسینہ کے ساتھ جس کی مثال بنی نوع انسان
میں موجود نہیں اگر وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے
تو تجھے سورج کی سی تابانی دکھائی دے ، جو ایک بے
غبار ماحول میں چمک رہا ہو
سورج کے پاس اس کی درخشان پیشانی ہے اور رات کے پاس
اس کی زلفیں
نہایت عجیب صورت ہے کہ سورج اور رات یکجا ہیں
سو اس کے سبب سے ہم رات کے وقت روز روشن میں ہوتے
ہیں
اور دوپہر کے وقت زلفوں کی رات ہم پر محیط ہوتی ہے "

ان اشعار کی عارفانہ شرح میں شیخ نے ,,واحدۃ " یعنی ,,ایک " کا اشارہ توحید کی طرف بتایا ہے نیز مختلف حسیناؤں میں سے ایک سے مراد مختلف معارف میں سے ایک خاص بلند مقام یعنی معرفت ذات لی ہے ، جو مقام مشاہدہ سے متعلق ہے جس کی مثال آیت ,,لیس کمثلہ شئی " ,,اس جیسی کوئی شے نہیں " کے مصداق کہیں نہیں ملتی ۔ دوسرے شعر میں چہرہ تاباں کی بےنقابی کا اشارہ حدیث ,, ترون ربکم کالشمس بالظہیرۃ لیس دونہا سحاب " ,,تم اپنے ربّ کو یوں دیکھو گے جس طرح دوپہر کا سورج جس کے آگے بادل حائل نہ ہو " کی طرف بتایا ہے ۔ وعلی ھذا القیاس ۔

,,ترجمان الاشواق " کے ایک اور قصیدے کے یہ چند اشعار مشہور ہیں :

لَقَدَ صَارَ قَلْبِی قَابِلاً کُلَّ صُورَۃٍ فَمَرْعیً لِغِزْلاَنٍ و دَیْرٌ لِرُھْبَانٍ
وَبَیْتٌ لِاَوْثَانٍ و کَعْبَۃُ طَائِفٍ وَاَلْوَاحُ تَوْرَاۃٍ و مُصْحَفُ قُرآنٍ
اَدِیْنُ بِدِیْنِ الْحُبِّ اَنّیٰ تَوَجَّھَتْ رَکَائِبُہُ فَالْحُبُّ دِیْنِی وَاِیْمَانِی(۸۰)

,,میرا دل ہر صورت کو قبول کرنے کا اہل ہو گیا ہے
سو وہ ہرنوں کی چراگاہ بھی ہے اور راہبوں کی خانقاہ بھی اور
بتکدہ بھی اور طواف کرنے والے کے لئے کعبہ بھی
اور تورات کی الواح بھی اور مصحف قرآن بھی
میں دین محبت کی پیروی کرتا ہوں
جس طرف بھی اس کا قافلہ روانہ ہو
کہ محبت ہی میرا دین و ایمان ہے "

ان اشعار کی عارفانہ شرح بھی خاصی تفصیلی ہے۔ ایک نکتہ یہ بیان ہوا ہے کہ ,,قلب" کی وجہ تسمیہ ہی اس کا تقلّب یعنی تنوّع واردات و احوال ہے جو تجلیاتِ الٰہیہ کے تنوع کے نتیجے میں واقع ہوتا ہے ,,الواح تورات " اور ,,مصحف قرآن " کا اشارہ ,,علوم موسویہ عبرانیہ " اور ,,معارف محمّدیہ کمالیہ " کی طرف ہے جن کے حصول اور جن کی وراثت پانے کے اعتبار سے دل کو ,,الواح " اور ,,مصحف " کی حثییت حاصل ہے۔ ,,دین محبت " کا اشارہ آیہ مبارکہ ,,فاتّبعونی یُحببکم اللہ " ,,میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا " کی طرف ہے ,,انّی توجّہتُ " میں محبوب کے ہر ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنے کی رمز ہے۔ نیز یہ کہ دین محبت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو گروہ انبیاء میں ,,مقامِ محبت " کا امتیاز حاصل ہے چنانچہ آپ ,,صفی " ، ,,نجی " اور ,,خلیل " ہونے کے علاوہ ,,حبیب " بھی ہیں جس میں ,,محب اور محبوب " دونوں کا مفہوم شامل ہے پس آپ کی وراثت پانے والے بھی اسی راہ پر گام زن ہیں۔

,,دیوان ابن عربی " کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ۶۲۹ھ میں مرتب ہوا۔ ہسپانوی فاضل آنجل جنثالث پالنشیا (Angel Genzalez

(Palencia) نے اسے ,,ترجمان الاشواق " کے مقابلے میں فنی طور پر کمزور تصور کیا ہے۔ (۸۱)۔ دیوان خاصا ضخیم ہے۔ ہمارے سامنے جو نسخہ ہے محمد بن اسماعیل شہاب الدین کی تصحیح متن کے ساتھ ۱۸۵۵ء میں بولاق مصر سے شائع ہوا۔ لیکن یہ کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس مخطوطے یا کن مخطوطات پر اس کی بنیاد ہے اشعار کو کسی بھی ترتیب پر مرتب نہیں کیا گیا نہ کوئی فہرست فراہم کی گئی ہے لہذا مطلوب اشعار کی تلاش از حد دشوار ہے۔ دیوان پر بیشتر غلبہ دینی اخلاقی اور متصوفانہ شاعری کا نظر آتا ہے جس کا عمومی مزاج ,,ترجمان الاشواق " کی شاعری کی طرح رمزی و علامتی نہیں ۔ دیوان میں کافی تعداد میں موشحات بھی موجود ہیں (۸۲) ۔

,,الموشّح " اور ,,الزّجل " لوک شاعری کی وہ اصناف ہیں جنہیں اہل اندلس نے اختراع کیا۔ ہر چند کہ بعض اوقات موشّحات کا رشتہ ,,مسمّط " سے جوڑا جاتا ہے جس کی ایک مثال امرؤالقیس کے کلام میں بتائی جاتی ہے۔ (۸۳) نیز ایک ,,موّشحہ " کی نشاندھی ابن المعتز کے دیوان میں بھی کی جاتی ہے لیکن یہ مثالیں تحقیقی اعتبار سے محل نظر ہیں (۸۴)۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں صنفیں اندلس میں پیدا ہوئیں جہاں موشحات کا موجد مقدّم بن معافیٰ القبری کو قرار دیا جاتا ہے جو امیر عبداللہ بن محمد المروانی کے دربار کا نابینا شاعر تھا۔ پھر ,,العقد الفرید " کے مصنف احمد بن عبدربہ نے اس فن کو آگے بڑھایا تاھم ان دونوں کی موشحات زیادہ اھمیت نہیں پا سکیں اور غالباً ضائع ہو گئیں ۔ المریّہ کے حاکم المعتصم بن صمادح کا درباری شاعر عبادۃ القزّاز پہلا آدمی تھا جو اس فن میں چمکا ۔ ابن خلدون نے اس کا کچھ نمونہ کلام محفوظ کیا ہے۔ (۸۵)

موشحات ، خصوصاً ازجال اجتماعی لوک گیتوں کی حیثیت رکھتے تھے جنھیں لوگ گلی کوچوں میں ٹولیاں بنا کر بآواز بلند گاتے تھے ۔ ایک شخص ,,المنشد ،، یعنی مرکزی گانے والا ہوتا تھا جو تنہا ایک بند لے سے پڑھتا ۔ پھر ٹیپ کو سب لوگ مل کر دہراتے ۔ عود ، نے ، طنبور ، دف وغیرہ آلات موسیقی بھی اس موقع پر بجائے جاتے اور گاہے گاہے رقص بھی کیا جاتا ۔ (۸٦) اس عوامی مزاج کے باعث ان اصناف کا فصیح عربی نیز عروض کے معروف اوزان میں ہونا مناسب نہ تھا ۔ یہ عامی لہجے اور عوامی دھنوں میں ہوتے تھے ۔ زجل کا مزاج موشح سے زیادہ عوامی تھا چنانچہ اس میں دارجہ لہجہ زیادہ استعمال ہوا ہے جس میں مقامی لاطینی دارجہ کے الفاظ بھی شامل ہیں ۔ لفظ ,, زجل ،، کا لغوی مفہوم عالم طرب میں گانا اور غل مچانا وغیرہ ہے۔ لفظ ,,موشح ،، ,,وشاح،، سے ہے جس کا مطلب وہ جڑاؤ پیٹی ہے جسے خواتین جنیو کے انداز میں ترچھا ، ایک طرف کے کاندھے سے دوسری طرف کے پہلو تک پہنتی تھیں ۔ غالباً ,,وشاح ،، کے رنگا رنگ موتیوں اور منکوں کی ترتیب اور موشح کے ابیات و اقفال کی ترتیب میں ایک مشابہت قائم کی گئی ۔ موشحات کے مضامین بھی ہلکے پھلکے اور عوامی دل چسپی کے مطابق ہوتے تھے مثلاً حسن و عشق ، بادہ و ساغر ، اور منظر نگاری ۔ ان میں بسا اوقات پھکڑپن کی آمیزش بھی ہوتی تھی اور یہ بالعموم لونڈیوں ، غلاموں یا بدمستوں کی زبانی تصور کئے جاتے تھے ۔ تاہم بعد میں انھیں مدح و ہجو اور زہد و تصوف وغیرہ مختلف مضامین کے لئے بھی استعمال کیا جانے لگا ۔

موشح و زجل کو سوقیانہ تصور کرتے ہوئے اول اول مستند شعراء نے انھیں درخور اعتنا نہ سمجھا چنانچہ ابن زیدون کے کلام میں

موشحات نہیں ملتیں حالانکہ اس کے دور میں ان اصناف کا رواج ہو چکا تھا۔ تاہم رفتہ رفتہ موشحات پر توجہ بڑھی ۔ انہیں فصیح لہجے کے قریب تر لایا گیا اور مروّجہ اوزان کے سانچوں میں ڈھالنے کی بھی کوشش کی گئی اگرچہ اس فن کے لوگ مستند روایتی کلام موزوں کو اس صنف کے تقاضوں کے خلاف قرار دیتے ہیں چنانچہ شعوری طور پر کوئی ایسا ٹکڑا لایا جاتا ہے جو اسے لگی بندھی بحر سے خارج کر دے مثلاً :

صَبَرْتُ وَالصَّبْرُ شِيْمَةُ الْعَانِى   وَلَمْ اَقُلْ لِلْمُطِيْلِ هِجْرَانِى

مُعَذِّبِى كَفَانِى

,,میں نے صبر کیا ، اور صبر ھی اسیر محبت کا شیوہ ہے اور میں نے ھجر کو طول دینے والے (محبوب) سے یہ نہیں کہا کہ اے میرے ستم گر بس بہت ہو چکی ،،

اب اس میں پہلے پورا شعر بحر منسرح میں آیا ہے لیکن ,,معذّبی کفانی ،، کا ٹکڑا اس سے خارج ہے۔ جو موشحات عروضی اوزان سے خارج ھیں ان میں کچھ تو ایسی ھیں جن کی بہر حال ایک دھن سی بن جاتی ہے جس کا ذوقی و سماعی ادراک ممکن ہے اور کچھ ایسی ھیں جن کی کوئی دھن یا آھنگ سمجھ میں نہیں آتا انہیں صرف عوامی گانے میں کھینچ تان کر ھموار کیا جا سکتا ہے۔ (۸۲)

یہ مسئلہ کہ موشحات کے مختلف بند اصطلاحی طور پر کیا کہلاتے ھیں حتمی طور پر طے شدہ نہیں ۔ چنانچہ ,,بیت ،، (یعنی وہ حصہ جو وزن اور عدد ارکان میں تو باقی موشح سے یکساں ھوتا ہے لیکن قافیہ مختلف رکھتا ہے) بعض کے خیال میں ,,جزء ،، بھی کہلاتا ہے ۔ ,,قفل،، وہ بند ہے جو وزن کے علاوہ ایک خاص قافیے کا بھی پابند ھوتا ہے اور بار بار اسی قافیے کی طرف لوٹتا ہے اسے ,,قفلہ ،،

بھی کہہ لیتے ھیں ۔ آخری ٹیپ ,,خرجه،، کہلاتی ہے ۔ ابتدائی بند کو ,,مطلع،، یا ,,مذھب،، یا ,,غُصن،، کہا جاتا ہے ۔ ,,قفل،، کے مقابلے میں وہ ,, ابیات،، جو قافیے میں ,,قفل،، کی پابندی نہیں کرتے ,,دور،، یا ,,سمط،، بھی کہلاتے ھیں ۔ اگر آغاز ان ,,ابیات،، سے ھو تو موشح ,,اقرع،، کہلاتی ہے اور اگر آغاز ,,قفل،، سے ھو تو ,,تام،، ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ ان اصطلاحات کے طے شدہ نہ ہونے کے سبب اختلاف رائے اور ایک طرح کے ابہام کا پایا جانا فطری امر ہے ۔ ابیات و اقفال میں تعداد ارکان بھی مختلف ھو سکتی ہے (۸۸) ۔

جب فصیح و مستند شعراء کی توجہ موشحات کی طرف مبذول ہوئی تو اس صنف میں معروف شعراء کے کلام کو تضمین کرنے کا رجحان بھی پیدا ھوا ۔ چنانچہ ابن الوکیل نے ابن زیدون کے مشہور قصیدے :

,,اضحی التنائی بدیلاً من تدانینا ،، (۸۹)

کو موشح میں کھپایا ہے :

مَنْ هامَ بِالْغِيْدِ لاَقٰى بِهِمْ هَمَّا
بَذَلْتُ مَجْهُودِی لِاَحْوِرِ اَلمیٰ
یَهُمُّ بِالْجُوْدِ وَرِبَّمَا هَمَّا
وَعِنْدَمَا قَدْ جَادْ بِالْوَصْلِ اَوْقَدْ كَادْ
اَضْحَى التَّنَائِى بَدِيْلاً مِنْ تَدانِيْنَا

وعلی هذا القیاس (۹۰)

,,جو کوئی نازک اندام حسینوں پر مرتا ہے ان کی طرف سے دکھ اٹھاتا ہے میں نے عنّابی ھونٹوں اور حسین آنکھوں والے (ایک محبوب) کی خاطر جو کچھ بھی بن پڑا کیا

وہ کرم گستری کا ارادہ کر کے پھر ارادہ توڑ دیتا ہے
اور بالآخر جب وہ آمادہ وصل ہو گیا ، یا ہونے ہی والا تھا
تو ,,ہمارے قرب کی جگہ جدائی نے لے لی "

موشحات کے فن میں الاعمی التطیلی ، ابن بقی ، ابوبکر ابن الابیض ، ابوبکر ابن باجۃ ، ابوبکر ابن زُہر محمد بن ابی الفضل وغیرہ اور آخر میں وزیر لسان الدین ابن الخطیب نمایاں نظر آتے ہیں۔

مشرق میں بھی موشحات کی پیروی کی گئی اور اس سلسلے میں ابن سناء الملک مصری کا نام سب سے اہم ہے جس کی موشحات کو مشرق و مغرب میں یکساں شہرت ملی ۔ موشحات کے فن پر اس کی کتاب ,,دارالطراز فی عمل الموشحات " آج تک یاد گار ہے۔

زجل ، جیسا کہ بیان ہوا موشح سے زیادہ عوامی چیز ہے جس کی زبان غیر معیاری مقامی لہجوں پر مبنی ہوتی ہے۔ زجل کے ارتقاء میں سعید بن عبدربہ ابو یوسف ہارون الرمادی ، عبادۃ بن ماء السماء ، ابو عثمان بن سعید البلینۃ ، وغیرہ بہت سے شعراء نے حصہ لیا ۔ (۹۱) لیکن ابن قزمان ، ابوبکر محمد بن عبدالملک ، کو زجّالین میں نہایت نمایاں حیثیت حاصل ہے اس کی ایک معروف زجل کی ابتداء یوں ہوتی ہے :

یَا مَلِیْــحَ الــدُّنْیَــا قُــولْ
علـی اش انت یــا ابنَ ملُولْ
ای انــا عندک وجیــه
یتمجّج من وفیـه ثمّ فاحلـی ماتتیـه
تـرجع انسْـنک وصول (۹۲)

فصیح عربی میں اس کی جو شرح بتائی گئی ہے اس کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

,,اے دنیا کے ملیح ترین شخص یہ بتا
کہ آخر کیا سبب ہے کہ تو پیہم متغیر ہے کسی ایک حال پر
ٹھہرتا نہیں مجھے تیرے ھاں بڑا مقام حاصل ہے
بھلا انسان اپنے وفادار سے کیونکر نفرت کر سکتا ہے
جس قدر ناز کرنا ہے کر لے کہ بالآخر
تجھے اسی سے جا ملنا ہے جس سے تجھے محبت ہے،،

زجل کے عمومی موضوعات عوامی دل چسپیوں سے عبارت تھے جن پر پھکڑ پن اور فحش گوئی کا اثر بھی نمایاں تھا تاھم اسی صنف میں رفتہ رفتہ سیاسی ، مدحیہ بلکہ حزنیہ مضامین بھی جگہ پانے لگے۔

زجل کا فن اندلس کے تمام گوشوں میں اس قدر مقبول ھوا کہ ان تمام شعرا کے نام گنانا ممکن نہیں جنھوں نے اسے اپنایا۔ اندلس سے مشرق کی طرف ھجرت کرنے والے شعرا کے توسط سے زجل نہ صرف دیار مشرق میں پہنچی بلکہ فرانس ، انگلستان ، جرمنی ، اٹلی ، پرتگال وغیرہ مغربی ممالک کے ادب پر بھی اس کا اثر دریافت کیا گیا ہے۔ (۹۳)

اندلس کی عربی شاعری کا یہ طائرانہ سا جائزہ بھی خاصا طویل ھو گیا حالانکہ وسعت موضوع کے اعتبار سے یہ ھنوز نہایت تشنہ ہے۔ اس طویل مختصر افسانے کے انجام کا منظر دیکھنے کے لئے ھمیں غرناطہ چلنا ھو گا جہاں ,,الحمراء،، کے درو دیوار مغرب اقصی میں مسلم اقتدار کے ڈوبتے ھوئے سورج کے پرتو میں کچھ اور بھی لہو میں غرق دکھائی دیتے ھیں۔ سنگ سرخ کی ان روشوں پر ، ان متناسب محرابوں میں لسان الدین ابن الخطیب اور ابن خلدون کے پیکر اھل نظر کو آج بھی متحرک نظر آتے ھیں۔

لسان الدین ابن الخطیب محمد بن عبداللہ (م : ۷۷٦ھ/۱۳۷۴ء) اپنے دور کا بہت نمایاں مورخ ، مصنف،شاعر اور سیاست دان تھا۔ فن شعر میں اپنی قادر الکلامی کے سبب اسے بنو الاحمر کے دربار تک رسائی حاصل ہوئی اور رفتہ رفتہ وہاں کا قلمدان وزارت سنبھال لیا اور سلطان ابو الحجاج یوسف پر اپنے زبردست رسوخ کے باعث بہت بااختیار ہو گیا ۔ ابن خلدون سے اول اول اس کی دوستی تھی لیکن جب وہ بھی غرناطہ آ گیا تو ابن الخطیب ، بعض بدخواہوں کی لگائی بجھائی کے نتیجے میں اس سے بگڑ گیا اور یہی بات ابن خلدون کی غرناطہ سے واپسی کا سبب بنی ۔ (۹۳)

ابن الخطیب کی شاعری کلاسیکی رنگ میں قادر الکلامی اور پختہ گوئی کا اچھا نمونہ ہے۔ ایک موقع پر وہ عیسائیوں کے خلاف امیر تونس سلطان ابو عنان حفصی سے مدد مانگنے کے لئے ایک وفد کو ساتھ لے کر گیا اور اپنا مدعا نظم میں یوں بیان کیا :

خَلِیْفَۃَ اللہِ سَاعَدَ الْقَدَرُ
وَدَافَعَتْ عَنْکَ کفُّ قُدْرَتِہِ
وَجْہُکَ فِی النَّائِبَاتِ بَدْرُ دُجیً
وَالنَّاسُ طُرّاً بِاَرْضِ اَنْدَلُس
وَجُمْلَۃُ الأمْرِ اَنَّہُ وَطَنٌ
وَمَنْ بِہِ ۔ مُذْ وَصَلْتَ حَبْلَہُمُ
وَقَدْ أَھَمَّتْہُمُ بِأَنْفُسِہِم
عُلَاکَ ، مَا لَاحَ فِی الدُّجَی قَمَرُ
مَالَیْسَ یَسْطِیْعُ دَفْعَہُ الْبَشَرُ
لَنَا وَفِی الْمَحْلِ کَفُّکَ الْمَطَرُ

لَولاَکَ مَا أَوْطَنوُا وَمَا عَـمَـــرُوُا
فِی غَیْرِعُلْیَــاکَ مَالَــهُ وَطَرُ
مَا جَحَــدُوا نِعْمَــةً وَلاَ کَفَرُوا
فَاَوْفَدُوْنِی اِلَیْکَ وَانْتَظَرُوا

,,اے اللہ کے خلیفہ ، قسمت تیری بلندی کے ساتھ یاوری کرے
جب تک تاریکیوں میں چاند چمکتا رہے
اور اللہ کا دست قدرت ان (مصائب) سے تیرا دفاع کرتا رہے
جنھیں دور کرنے کی طاقت انسانوں میں نہیں ہے۔
تیرا چہرہ مصائب میں ہمارے لئے یوں ہے جیسے اندھیروں میں
چودھویں کا چاند
اور قحط کے زمانے میں تیرا کف دست باران رحمت ہے
تو نہ ہوتا تو ارض اندلس کے تمام لوگ
نہ اسے وطن بناتے اور نہ وہاں بستے
مختصر یہ کہ وہ ایک ایسا وطن ہے
جسے تیری سر بلندی کے سوا کوئی خواھش نہیں اور وہاں کے
رہنے والے
— جب سے تو نے ان کی دستگیری کی ہے۔
کبھی کفران نعمت کے مرتکب نہیں ہوئے
اور اب جبکہ انھیں اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں
انہوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور خود منتظر ہیں ،،

سلطان یہ شعر سنتے ہی وجد میں آ گیا اور جو جو کچھ مطلوب تھا سب کچھ دے کر ابن الخطیب کو واپس کیا ۔ (۹۵)

ابن الخطیب بے خوابی کا مریض تھا ۔ اس کا دن سیاست کی گتھیاں سلجھانے میں اور رات پڑھنے لکھنے میں بسر ہوتی تھی

چنانچہ اسے ,,ذوالعمرین ،، ,,دو زندگیوں والا ،، کا خطاب دیا گیا۔ اس نے ساٹھ کی قریب تصنیفات چھوڑیں جن میں سے ایک تہائی کے لگ بھگ محفوظ رہ سکی ہیں۔ ان میں ,,الاحاطة بتاریخ غرناطة،، بہت مشہور ہے۔ وہ بلاشبہ اپنے دور کے ممتاز ترین اہل قلم میں سے تھا۔ تاہم سیاسی اقتدار اور جوڑ توڑ کے شوق میں اس نے بہت سے دشمن پیدا کر لئے اور بالآخر

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری
تنہا پس زنداں کبھی رسوا سر بازار

غرناطہ چھوڑ کر دیار مغرب کی طرف نکلنا پڑا۔ حاسدوں اور دشمنوں کی ریشہ دوانیاں یہاں بھی جاری رہیں جس میں رفتہ رفتہ وہ کامیاب ہو گئے۔ ابن الخطیب پر زندقت کا الزام لگا۔ سر عام اسے رسوا کیا گیا۔ اور جیل کے اندر ہی گلا گھونٹ کر ہلاک کرا دیا گیا۔ دفن ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ اس کی لاش بھی قبر سے نکال کر اسے جلانے کی کوشش کی گئی اور اس کے جسد نیم سوختہ کو دوبارہ سپرد خاک کیا گیا۔ (۹٦)

ایک بار اس نے معتمد کی قبر پر کھڑے ہو کر کچھ شعر کہے تھے جن میں سے چند یہ ہیں

قَدْ زُرْتُ قَبْرَکَ عَنْ طَوْعٍ بِاَغْمَاتِ
رَاَیْتُ ذٰلِکَ مِنْ اَوْلَی الْمُهِمَّاتِ
لِمْ لاَ اَزُورُکَ یَا اَنْدَی الْمُلُوکِ یَداً
وَیَا سِرَاجَ اللَّیَالِی الْمُدْلَهِمَّاتِ
وَاَنْتَ مَنْ لَوْتَخَطَّی الدَهْرُ مَصْرَعَهُ
اِلٰی حَیَاتِی لَجَادَتْ فِیْهِ اَبْیَاتِی (۹۷)

,,میں دلی رغبت کے باعث اغمات میں تیری قبر کی زیارت کو

حاضر ھوا ھوں میں نے اس کام کو اھم ترین کام تصور کیا ہے
میں تیری زیارت کیونکر نہ کروں ، تو کہ بادشاھوں میں سب سے بڑھ کر سخی تھا
اور تاریک راتوں میں چراغ کی حیثیت رکھتا تھا
تو وہ تھا کہ اگر زمانہ تیری موت کو میری زندگی تک مؤخر کر دیتا تو تیرے لئے میری شاعری وفور کا عالم دکھاتی "

اس وقت اسے معلوم نہ تھا کہ اس کا اپنا انجام معتمد سے کہیں زیادہ سنگین ھو گا ۔ یہ سنگینی کچھ اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ھم یہ سنتے ھیں کہ اس کے شاگرد ابن زمرک نے بھی اس سلسلے میں بروٹس کا کردار ادا کیا ۔

ابن زمرک ، ابو عبداللہ محمد بن یوسف (م ۔ تقریباً ۷۹۳ھ/ ۱۳۹۰ ء) کو اندلس میں عربی شاعری کا آخری ستون کہا جا سکتا ہے۔ وہ ایک اچھا نثر نگار بھی تھا ۔ سیاست کی وادی میں قدم رکھا اور اپنے استاد لسان الدین ابن الخطیب کے المناک انجام کے بعد وزارت کے منصب تک پہنچا ۔ اگر یہ درست ہے کہ وہ استاد کے قتل کی سازش میں شریک تھا تو پھر اس کے اپنے المناک انجام کو پاداش عمل بھی کہا جا سکتا ہے ۔ مرتبہ و منصب کے ساتھ جو رنجشیں پیدا ھو جاتی ھیں ان کے نتیجے میں بالآخر اسے اسی کے گھر میں قتل کروا دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کے جو بیٹے اور ملازمین موجود تھے وہ بھی قتل ھوئے ۔ روایت کے مطابق قتل ھوتے وقت ابن زمرک نے قرآن ھاتھوں میں بلند کر رکھا تھا ۔ (۹۸)

بطور شاعر ابن زمرک کو ابن خفاجہ کے رنگ کا کامیاب شاعر سمجھا جاتا ہے چنانچہ مناظر فطرت کی عکاسی میں اسے زبردست ملکہ حاصل تھا ۔ الحمراء کے در و دیوار ، باغات اور وھاں کی

محفلوں کا نقشہ اس نے بڑا خوبصورتی سے کھینچا ہے۔ (۹۹) اس کے بعض اشعار آج تک الحمراء کی دیواروں پر نقش ہیں اور ان کی بے مثال مینا کاری کا حصہ ہیں ۔ ایک قصیدے میں اس نے جلتے ہوئے چراغ کی منظر کشی کی ہے جو اس کی دقّت مشاهده اور قدرت اظہار ، کے ساتھ ساتھ اس کی داخلی شخصیّت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں ۔ انہی چند شعروں کو ہم اس کے نمونہ کلام کے طور پر درج کرتے ہیں دیکھئے اس نے کس خوبی سے چراغ کی لو اور سوز محبت کو باهمدگر پیوست کر دیا ہے۔

لَقَدْ زَادَنِي وَجْداً وأَغْرىٰ بِيَ الجوَى
ذُبالٌ بِأَذْيَالِ الظّلامِ قَدِ الْتَفَّا
تُشِيْرُ وَرَاءَ اللَّيْلِ مِنْهُ بَنَانَةٌ
مُخَضَّبَةٌ واللّيلُ قَدْ حَجَبَ الكَفَّا
تَلُوحُ سِنَاناً حِيْنَ لاتَنْفَحُ الصَّبَا
وَتَبْدُو سِواراً حِيْنَ تَثني لَهُ العِطْفا
قَطَعْتُ بِهَا لَيْلِي يُطارِحُني الْجَوىٰ
فَآونَةً يبدُو و آونَةً يَخْفىٰ
إِذَا قلتُ لايَبْدُو أشالَ لِسانَهُ
وإنْ قلتُ لايَخْبُو الضِّيَاءُبِهِ كَفَّا
إلىٰ أنْ أفاقَ الصّبْحُ مِن غَمْرةِ الدُّجىٰ
وأهْدى نسيمُ الرَّوْضِ مِنْ طِيْبِه عَرْفا
لكَ اللهُ يامِصْبَاحُ اَشْبَهْتَ مُهْجَتِي
وَقَدْشَفَّهَا مِنْ لَوْعَةِ الْحُبِّ مَاشَفَّا (۱۰۰)

,,بلاشبہ میری کسک میں اضافہ کر دیا ہے اور درد محبت کو بھڑکا دیا ہے ایک فتیلے نے جو ظلمت کے دامن سے الجھ رہا ہے

اس کی ایک حنائی انگشت رات کے ماورا اشارہ کرتی ہے
جبکہ باقی ہاتھ پر رات نے پردہ ڈال رکھا ہے۔
جب بادصبا نہیں چلتی تو یہ (انگشت) نیزے کی انی کی طرح دمکتی ہے
اور جب صبا اس (فتیلے) کا پہلو دبا تی ہے تو یہ ایک کنگن کی صورت دکھائی دیتی ہے
اس کے سہارے میں نے رات گزاری دی
درد محبت مجھ سے مصروف کشاکش رہا
وہ (اس لو کی طرح) کبھی کھل کر سامنے آتا تھا اور کبھی روپوش ہو جاتا تھا۔
جب میں یہ سمجھنے لگتا تھا کہ اب وہ ظاہر نہیں ہو گا تو وہ اپنی زبان بلند کر دیتا تھا
اور جب میں یہ تصور کرنے لگتا تھا کہ اس کی روشنی اب نہ بجھے گی تو وہ مدھم پڑ جاتا تھا
(یہ سلسلہ جاری رہا) تاآنکہ صبح ، تاریکیوں کی کٹھنائی سے آزاد ہوئی اور باغوں کی ہوا نے اپنےمہکارکی لپٹ کا ہدیہ بھیجا اللہ تیرا بھلا کرے ، اے چراغ تو میری روح سے مشابہ ہے جسے سوز عشق نے بے حد زار و نزار کر رکھا ہے۔

روایت ہے کہ ۲ جنوری ۱۴۹۲ ء کو جب غرناطہ پر ھلال کی جگہ صلیب سایہ فگن ہو گئی اور اندلس کا آخری مسلمان حکمران ابو عبداللہ بوجھل دل اور بوجھل قدموں کے ساتھ ، اپنے اہل خانہ اور جان نثار ہمراہوں کے جلو میں ہمیشہ کے لئے غرناطہ کو چھوڑ کر چلا تو پتھریلے پہاڑی راستے پر گھوڑا بڑھاتے ہوئے مغلوب سلطان نے مڑ کر الحمراء پر ایک نگاہ واپسیں ڈالی جس کے درو دیوار پر جا بجا

,,ولا غالب الا اللہ ،، کا نقش جمگمگا رہا تھا ـ شدت جذبات سے اس نے ایک آہ سرد بھری اور اس کی آنکھوں میں تھما ہوا طوفان بہ نکلا ـ اس مقام کو آج تک ھسپانیہ میں ـ

El Ultimo Suspiro del Moro

یعنی ,, مسلمان کی آخری آہ سرد ،، کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ـ (۱۰۱) اسی آہ سرد کو ہم اندلس میں عربی شاعری کا مقطع تصور کرتے ھیں ـ کیا ضروری ہے کہ شاعری الفاظ ھی میں کی جائے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند نے نہیں ہے

حواشی

۱ ـ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس رائے کا اظہار اپنے عربی مضمون ,,فتح الاندلس (اسبانیا) فی خلافة سیدنا عثمان سنة ۲۷ للهجرة،، میں کیا ہے جو ادارہ تحقیقات اسلامی کے عربی مجلہ ,,الدراسات الاسلامیة،، کے خصوصی نمبر ,,الاسلام فی الاندلس،، میں اشاعت کے لئے وصول ہوا ہے ـ

۲ ـ مثلاً دیکھئے :

ابن الابّار ، محمد بن عبداللہ الحلّة السیراء ، تحقیق د ـ حسین مونس ، القاہرة ۱۹۶۳ ـ ۱۹۶۳،، ۲۵/۱ ـ ۳۲ .

المقّری، احمد بن محمد نفح الطّیب ....، تحقیق ڈوزی وغیرہ ، لائیڈن، ۱۸۵۸ ـ ۱۸۶۱، ۲۵/۲، ۲۶ ، ۲۹ ، ۳۰

۳ ـ دیکھئے یاقوت الحموی ، معجم البلدان ، تحقیق وستفلڈ ، طبع عکسی طہران ، ۱۹۶۵، ، ۷۸۶/۲

۴ ـ محمد اقبال ، علامہ، کلیات اقبال (اردو) ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، پبلشرز ـ لاہور، ۱۹۷۳، ، ص ۳۸۸ ، (نظم ,,مسجد قرطبہ،،)

۵ ـ ابن الابّار ، الحلّة السیراء، ۳۷/۱

المقّری ، نفح الطّیب ، ۳۷/۲ ، یہاں آخری شعر کی روایت ,,من صوبها النئی،، کی جگہ ,,فی المتنأی النئی،، ہے ـ

یاقوت الحموی ، معجم البلدان ، ۷۸۶/۲ ، یہاں دوسرے شعر میں ,,فی التغریب،، کی جگہ ,,بالتغریب،، ہے ـ

ان اشعار کو عبدالملک بن بشر بن عبدالملک بن مروان سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔
کھجور ہی سے متعلق چار شعر کا ایک اور قطعہ

یا نخلَ انت غریبة مثلی ۔ الخ

بھی عبدالرحمن الداخل کا بتایا جاتا ہے مگر اس کے بارے میں بھی اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ (دیکھئے ابن الابّار ، الحلّة السیراء ، ۱/۳۷ ۔ ۳۹، المقّری، نفح الطیب، ۲/۳۷ ،،غریبة،، کی جگہ ،،فریدة،، ۔

۶ ۔ محمد اقبال علامہ ، کلیات اقبال (اردو) ، ص ۳۹۳ ۔ ۳۹۵ ۔

۷ ۔ ابن الابّار ، الحلّة السیراء ، ۱/۳۲ ۔ ۵۰

۸ ۔ الغزال، بلا تشدید سند کے لئے دیکھئے ، الضبیّ ، احمد بن یحیی، بغیة الملتمس ... ،،تحقیق Codera & Ribera،، عکسی ایڈیشن بغداد ، (ت ۔ ن) از طبع میڈرڈ ، ۱۸۸۳ء ، ص ۳۸۵ ڈوزی وغیرہ نے نفح الطّیب (دیکھئے آئندہ حاشیہ ۱۰ ، ۱۱) میں الغزّال بالتشدید درج کیا ہے جس کی سند معلوم نہیں ہو سکی ۔

۹ ۔ آنخل جنثالث بالنثیا ، تاریخ الفکر الاندلسی، ھسپانوی سے عربی ترجمہ حسین مونس ، قاہرہ، ۱۹۵۵ء ، ص ۵ ، ۵۶ ۔

۱۰ ۔ المقّری ، نفح الطّیب ، ۱/۱۷۸ ، ۲/۱۲۲ ۔

۱۱ ۔ مثلاً دیکھئے مصدر سابق ، ۲/۲۲۳ ۔

۱۲ ۔ دیکھئے ابن الخطیب لسان الدین محمد بن عبداللہ ، (تاریخ اسبانیة الاسلامیة) او کتاب اعمال الاعلام ... ، تحقیق لیفی بروفنسال ، بیروت ۱۹۵۶ء ، ص ۱۸

۱۳ ۔ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۶

۱۴ ۔ ابن الخطیب ، اعمال الاعلام ... ، ص ۲۳

۱۵ ۔ ایضــاً ، ص ۳۰

۱۶ ۔ "R.A. Nicholson, *A Literary History of the Arabs,* Cambridge 1956, p. 416"

۱۷ ۔ القزوینی ، زکریا بن محمد ، آثار البلاد و اخبار العباد بیروت ۱۹۶۰ء ، ص ۵۳۶

۱۸ ۔ ابو نواس ، الحسن بن ھانی ، دیوان ابی نواس، تحقیق احمد عبدالمجید الغزالی ، قاہرہ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۲۳

۱۹ ۔ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۳۳

۲۰ ۔ ایضــاً ، ص ۳۸

۲۱ ۔ غالب، اسد اللہ خان ، عود ہندی ، مرتبہ سید مرتضی حسین فاضل ، مجلس ترقی ادب ، لاہور، ۱۹۶۷ء ، ص ۲۹۶

۲۲ ۔ "Edward G. Browne, *A Literary History of Persia,* Cambridge, 1956, Vol. II, pp. 142–143."

۲۳ ۔ دیکھئے بطرس البستانی ، ادباء العرب ۔ ۳ (فی الاندلس و عصر الانبعاث) ، بیروت ۱۹۶۸ء ، ص ۳۷ ، ۳۸

۲۴ ۔ ابن الابّار ، الحلّة السیراء ، ۲/۵۵

۲۵ ۔ ایضــاً بحوالۂ بالا

۲۶ - "Hitti, P.K., *History of the Arabs*, London, 1960, p. 539"

۲۷ - المقّری ، نفح الطّیب ، ۱/۲۸۷

۲۸ - ایضاً ، ۲/۶۷۸ .

۲۹ - ابن خلّکان ، احمد بن محمد ، وفیات الاعیان ... ، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، قاهره، ۱۹۳۸ء ، ۳/۱۱۹

۳۰ - ایضاً ، ۳/۱۲۱

۳۱ - الفتح بن خاقان ، قلائد العقیان ، بولاق ، ۱۲۸۳ ھ ، ص ۲۳

۳۲ - ایضاً بحوالہ بالا

۳۳ - کلیات اقبال (اردو) ، ص ۳۹۲ - ۳۹۳

۳۴ - ابن خلّکان ، وفیات الاعیان ، ۳/۱۲۷

۳۵ - المقّری ، نفح الطّیب ، ۲/۵۷۱

۳۶ - ایضاً ، ۱/۲۸۹ ، ۲ ۵۸۰

۳۷ - ایضاً ، ۲/۷۸۰

۳۸ - ایضاً ، ۲/۷۸۱ ، ۷۸۲

۳۹ - سعدی شیرازی ، دیوان سعدی ، تحقیق مظاهر مصفّا، تهران، ۱۳۳۹ خ ، ص ۷۵۳

۴۰ - حالی، الطاف حسین ، دیوان حالی ، سٹار بک ڈپو ، لاهور ، ۱۹۶۰ء ، ص ۹۶

۴۱ - محمد اقبال ، علامه، کلیات اقبال (اردو) ، ص ۱۳۲ ، ۱۳۳

۴۲ - ابن خفاجة ، دیوان ابن خفاجة ، جمعیة المعارف ، مصر ، ۱۲۸۶ ھ ، ص ۱۶ - ۱۷

۴۳ - ایضاً ، ص ۲۷

۴۴ - "Hitti, *History of the Arabs*, p. 560"

۴۵ - المقّری ، نفح الطّیب ، ۲/۵۶۳

۴۶ - ایضاً ، ۲/۵۶۳ - ۵۶۴

۴۷ - بطرس البستانی ، ادباء العرب - ۳ ، ص ۱۲۴ ، ۱۲۵

۴۸ - ابن زیدون ، دیوان ابن زیدون ، تحقیق محمد سعید کیلانی ، مصر ، ۱۹۵۶ء ، ص۲۸۶

۴۹ - ایضاً ، ص ۲۲۰

۵۰ - المعتمد ، دیوان المعتمد بن عباد ، تحقیق احمد احمد بدوی، حامد عبدالمجید ، قاهره، ۱۹۵۱ء ، ص ۷۷ - ۸۶

۵۱ - ابن زیدون ، دیوان ابن زیدون ، ص ۲۰۱

۵۲ - ابن رشیق ، العمدة فی صناعة الشعر و نقده ، مصر ، ۱۹۲۵ء ، ۱/۱۲۰

۵۳ - آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۸۳

۵۴ - ایضاً ، ص ۸۳، ۸۴، نیز موازنه کیجئے ابن زیدون، دیوان ابن زیدون، ص ۱۶۶ - ۱۶۸

۵۵ - ابن خلّکان ، وفیات الاعیان، ۳/۵۰

۵۶ - د . زاهد علی ، تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن هانی ، مصر ۱۳۵۲، ص ۱۹ ، ۲۰

۵۷ - ابن خلّکان، وفیات الاعیان، ۳/۵۱ ، نیز مثال کے طور پر دیکھئے ، د . زاهد علی ، تبیین المعانی ... ، ص ۳۶۵

۵۸ - Hitti, *History of the Arabs*, p. 558.

۵۹ ـ ابن بشکوال، خلف بن عبدالملک ، کتاب الصلة ، قاهره ۱۹۶۶ء ، ۲/ ۳۱۶

۶۰ ـ ایضاً ۔

۶۱ ـ ابن خلّکان ، وفیات الاعیان ، ۳/ ۱۵

۶۲ ـ یاقوت الحموی، معجم الادباء ، مطبوعات دار المامون، قاهره، ۱۹۳۶ء ، ۱۲/ ۲۵۲، ۲۵۳

۶۳ ـ دیکھئے ابن خلّکان، وفیات الاعیان ، ۳/ ۱۵ ، ۱۷ ، شاید یہ مقام وہ ہے جو آج کل ,,کازا مونتیخا,, Casa Montija کہلاتا ہے ـ دیکھئے آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص۲۱۶

۶۴ ـ ابن خلّکان ، وفیات الاعیان ، ۳/ ۱۳

۶۵ ـ Hitti, *History of the Arabs*, p. 558.

۶۶ ـ ابن حزم، علی بن احمد، طوق الحمامة فی الالفة والالاّف، تحقیق حسن کامل، ابراهیم الابیاری، قاهره ، ۱۹۵۰ء ، ص ۶۲ ، ۶۳ ۔

۶۷ ـ ایضاً ، ص ۹۸

۶۸ ـ بلاد مغرب میں انهیں الف لام کے ساتھ ,,ابن العربی,, کہا جاتا تھا ـ اهل مشرق نے ان کے نام اور قاضی ابوبکر ابن العربی کے نام میں فرق کرنے کے لئے ان کے نام سے الف لام هٹا کر صرف ,,ابن عربی,, کہنا شروع کیا ـ دیکھئے المقّری ، نفح الطیب، ۱/ ۵۷۶ تاهم عملاً اس فرق کو کچھ زیاده ملحوظ نہیں رکھا جاتا ـ بلکه بعض اهل علم کے نزدیک امر خود ساخته تفریق کا کوئی جواز بھی نہیں کیونکه خود شیخ نے اپنے نام میں الف لام استعمال کیا ہے اور ناموں میں تبدیلی اصولاً درست نہیں (دیکھئے محمود محمود الغراب، الشیخ الأکبر محی الدین ، ابن العربی ـ ترجمه حیاته من کلامه ، دمشق ، ۱۹۸۳ء ، ص ۵

۶۹ ـ ایضاً ، ۱/ ۵۶۹ ، ۵۸۲

۷۰ ـ اردو دائره معارف اسلامیه ، زیر اهتمام دانش گاه ، پنجاب ، لاهور ، آغاز اشاعت ۱۹۶۲ء، ۱/ ۶۰۶ ۔

۷۱ ـ ابن عربی ، دیوان ابن عربی ، بولاق مصر ، ۱۲۷۱هـ ـ ۱۸۵۵ء ص ۲۵۹ نیز دیکھئے ص ۱۹۲

۷۲ ـ ابن الشعّار، المبارک بن ابی بکر، عقود الجمان فی شعراء هذا الزمان ، مخطوطه نمبر ۲۳۲۳ ـ ۲۳۳۰ کتب خانه اسعد افندی ، مکتبه سلیمان ، استانبول، ۷/ ۱۳۸ ب ـ ۱۳۹ أ ـ

۷۳ ـ دیکھئے محمود محمود الغراب ، الشیخ الأکبر محیی الدین ابن العربی، دمشق ، ۱۹۸۳ء ، ص ۲۳۸

۷۴ ـ ابن العربی محیی الدین ، ترجمان الاشواق ، بیروت ، ۱۹۶۶ء ، ص ۷، ۸، ۹

۷۵ ـ ان کے بعض اشعار میں بھی اس نام کی طرف اشاره ملتا ہے مثلاً دیکھئے ، ابن العربی ,,ترجمان الاشواق,, ص ۸۳ ، ۱۲۷ ، اور ابتداء میں ص ۹ پر شیخ نے یه بھی فرما دیا ہے که ,,فکل اسم اذکره فی هذا الجزء فعنها اکنی ..... یعنی ان اشعار میں خواه کوئی بھی نام آئے مراد وهی ہے ـ

۷۶ ـ دیکھئے ابن العربی ، ترجمان الاشواق ، ص ۹ ، ۱۰، ۱۹۹

۷۷ ـ ایضاً ، ص ۱۱

۷۸ ـ المقّری ، نفح الطّیب ، ۱/ ۵۷۱ ، ۵۷۲

۷۹ ـ ابن العربی ، ترجمان الاشواق ، ص ۱۵۲ ، ۱۵۳

۸۰ ـ ایضاً ، ص ۳۲ ، ۳۳

۸۱ ـ دیکھئے آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۳۷۷

۸۲ـ مثلاً دیکھئے صفحات ۸۱، ۸۳، ۹۰، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۹ ـ ۱۲۱، ۱۲۲ ـ ۱۲۳، ۱۲۹، ۱۳۰ ، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۰۰ ، ۲۰۱، ۲۱۰، ۲۱۵، ۲۸۹ ـ ۲۹۳، ۳۱۲ ـ ۳۱۳، ۳۳۶ ـ ۳۳۷ ، ۳۳۸ ـ ۳۳۹ ، ۳۵۲ ـ ۳۵۳ .

۸۳ ـ دیکھئے :

"*First Encyclopaedid of Islam*, edited by Houtsma, Wensinck et al, E. J. Brill 1987 Vol. VI, p. 796 (article MUWASHSHAḤ)

۸۴ ـ ایضاً ، بحوالۂ بالا ، نیز دیکھئے بطرس البستانی، ادباء العرب ـ ۲ ، ص ۱۶۵ ، ۱۶۶

۸۵ ـ ابن خلدون ، عبدالرحمن بن محمد ، مقدمہ ابن خلدون ، بیروت ، (ت ـ ن) ، ص ۵۸۳ ، ۵۸۴

۸۶ ـ دیکھئے آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۶۰

۸۷ ـ دیکھئے بطرس البستانی ، ادباء العرب ، ـ ۲ ، ص ۱۶۲ ، ۱۶۳

۸۸ ـ مزید تفصیلات نیز نمونہ ہائے کلام کے لئے دیکھئے :

ابن سناء الملک ، ہبۃ اللہ بن جعفر ، دار الطراز فی عمل الموشّحات ، تحقیق جودۃ الرکابی، دمشق ۱۹۳۹ء ، ص ۲۵ ، ۲۶

آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۳۲ ـ ۱۵۳

بطرس البستانی ، ادباء العرب ـ ۲ ص ۱۵۸ ـ ۱۶۱

First encyclopaedia of Islam, article "MUWASHSHAḤ".

۸۹ ـ ابن زیدون ، دیوان ابن زیدون ، ص ۱۶۵

۹۰ ـ دیکھئے المقّری نفح الطّیب ، ص ۱۶۵

۹۰ ـ دیکھئے المقری ، نفح الطّیب ، ، ۱/۳۱۷ ـ ۳۱۹

۹۱ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۵۶ ، ۱۵۷

۹۲ ـ ایضاً ، ص ۱۳۳

۹۳ ـ ایضاً ، ص ۶۱۳ ـ ۶۳۰

۹۴ ـ دیکھئے ، ابن خلدون ، التعریف بابن خلدون و رحلتہ غربا و شرقا، تحقیق محمد بن تاویت الطنجی ، قاہرہ ، ۱۹۵۱ء ، ص ۹۱

۹۵ ـ دیکھئے آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۲۵۳

۹۶ ـ ابن خلدون ، کتاب العبر و دیوان و دیوان المبتدا والخبر ... ، بولاق ۱۲۸۴ھ ، ۷/۳۳۱ ، ۳۳۲

۹۷ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۳۹

۹۸ ـ الزّرکلی ، خیر الدین ، الاعلام ، بیروت ۱۹۸۰ء ، ۷/۱۵۳

۹۹ ـ آنخل ... ، تاریخ الفکر الاندلسی ، ص ۱۳۰ ، ۱۳۱

۱۰۰ ـ المقری ، احمد بن محمد ، ازہار الریاض فی اخبار عیاض ، قاہرہ ۱۹۳۹ء ـ ۱۹۴۲ء ، ۲/۱۶۹ .

۱۰۱ ـ Hitti, *History of the Arabs*, p. 555.

★★★